

حیرت انگیز شہر

بہتر ہوتا کہ اس کا نام حیرت انگیز ناول ہوتا کہ اس کے واقعات درجیل عجیب غریب ہیں ایک نظر ڈال کر دیکھئے کہ اس میں کیا ہے زبان اردو سے معنی کا بہتر ہے مود ہے اصلاح عیبت اور اصلاح معاشرت میں اس کتاب سے قابل قدر ملیگی لکھائی چھپائی عیسائی قیمت ۸/-

سراب فیشن

میتس برستی کے نتائج ایک لوحوں کی تباہی اخیار کے طر معاشرت کی تقلید اس کا حیارہ موجود تعلیم و تجارت کا مقابلہ اکل خلال کی فصیلت قصہ مختصر یہ کہ اس میں بہت سے قیمتی مشورے درج ہیں قیمت ۸/-

مجموعہ کلام مظہر

جناب مولوی شعیب احمد صاحب مظہری ایم اے علیگ کی تین اخلاقی تمدنی اور سیاسی نظمیں کا بہترین اور مفید ترین مجموعہ ہے۔ اور ہر ایک نظم ایک سے عنوان سے الگ الگ معنی نوٹسٹائیل قیمت مجموعہ ۶/-

وداع اسلام

جس مولانا ایم اے صاحب مولانی نے موجودہ زمانہ میں قومی بے حسی کا فوٹو عہد انگیز بیرونی اور جو تیلے الفاظ میں کھینچا ہے جو پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے قیمت ۲/-

انشائے نسوان

اردو کول اور عورتوں کو خطوط لکھانی سکھانے کے لئے بہترین ۶/- صدیق بکیر لکھنا

فی الدنیا بسکت الخیر موت بین
 لکھنے میں بیان پرست ہیں
 پچھتاوا لوگھا۔ اخلاقی طریقہ
 (ناول)

مکمل

ماسٹر بارسطہ۔ بسوانی
 سوان ضلع پٹنہ
 (ادومہ)

جسے

حساب اجازت مصنف موصوف
 منیر صدیق بک ڈپو لکھنؤ
 نے شائع کیا

مطبوعہ ہندو برقی پریس لکھنؤ

عبدالحی قادری آباد دہلی

میان پُوت

پہلا باب

میان پُوت کا خاکہ
 بڑے پاک طینت بڑھے پاکِ اطن
 ریاض آپ کو کچھ ہمیں جانتے ہیں

قادر مطلق کی قدرت کا کیا کہنا۔ صانع حقیقی کی صنعت کے صدقے۔ جس نے جنم
 زدن میں ہزاروں عالم بنا دیئے۔ جن انسان۔ چور و غلمان۔ جمادات۔ نباتات کو وہ
 جیل۔ دست و دریا۔ زمین و آسمان کیا کیا کہا جائے۔ پھر حوی یہ کہ ایک ہی جنس
 کی سبکدوش جبر میں موجود۔ مگر کیا مجال جو ایک دوسرے سے صورت و شکل بد گئے
 جو میں کچھ نہ کچھ علیحدہ بنوں۔ ایک ہی قسم کے پھول اٹھا لیجئے۔ مگر آپ کو ان میں امتیاز
 اور فرق کرنے میں دقت نہ ہوگی۔ کسی کا رنگ چوٹھا۔ کسی کا ہلکا۔ کسی میں بور یا دہ۔ کسی
 میں کم۔ کوئی بڑا کوئی چھوٹا۔ غرض کہ ایک جنس ہونے پر بھی امتیاز کی سسک دون باتیں
 موجود۔ ہر اردن صورتیں پیدا۔ قدرت کاملہ کی یہی دلیل ہے۔ خیر تمام عالموں کو
 الگ کیجئے۔ حضرت انسان کو ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کے ہمعشر لاکھوں کیا کرور دن کی

تعداد میں جو حد شمار سے باہر کیے۔ تعین تعداد غیر ممکن۔ مردم شمار می غریب ایک تعداد ضرور
 بیش کر سکتی ہے۔ مگر وہ بھی ایک حد تک کچھ نہ کچھ عبور کیونکہ یہ معلوم کتنے منہ بھان خدا مادی سے
 دور۔ قصوبوں اور شہر دن سے ماہر ہاڑ دن کے دامن میں اپنی زندگی کے دن گذار رہے ہیں
 ہاں تو آپ ایسے کو دیکھئے اور ایک اور انسان کو لیجئے اور ملاحظہ فرمائیے کہ آپ میں اور اس میں
 کتنا فرق ہے اس میں شک نہیں کہ جسے اعضا اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا کیے ہیں اُس کو
 بھی وہی بخشنے ہیں مگر کیا محال جو آپ کا کوئی عضو اُس کے عضو سے متاثر ہو جائے ایک ہونے
 پر بھی تین فرق موجود۔ مثلاً اندھے۔ کاسے لنگڑے۔ بوسے۔ بہرے۔ لورے کو
 مستثنیٰ کیجئے کسی غیر کو الگ کیجئے۔ آپ اپنے کو دیکھئے اور اپنے قوت بار۔ اول اپنے
 بھائی کو ملاحظہ فرمائیے۔ کیا آپ میں اور اُس میں کوئی فرق ہے ضرور بالضرور اور
 فرق بھی کیسا زمین آسمان کا۔ کیا آپ وہ وہ آپ ہو سکتے ہیں۔ ہرگز نہیں اس میں
 شک نہیں کہ آپ ایک ہی مان کے بطن سے ہیں۔ آپ تھے اور آپ کے بھائی کی
 رگوں میں ایک ہی شریف باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کی حکمت کا کیا کتنا کمال
 سب باتوں کے ہونے پر بھی آپ شکل و سمائل۔ خوبو۔ مزاج و عادت میں جدا
 جدا ہیں اس لئے لازمی ہے کہ میان پوت بھی اپنی صورت و شکل۔ وضع و قطع
 میں ایک عالم سے جدا ہوں۔ اور جب یہ امر مسلمہ ہے تو ہم کو بھی واجب ہے
 کہ اُن کا کچھ۔ کچھ خاکہ پیش کر دیں۔ تاکہ ناظرین گفتون ہی کے ذریعہ سے انکی آسانی
 صورت کا دیدار کر لیں۔

ہاں تو مولانا استیعرف میان پوت بھی انسانوں کی طرح انسان تھے۔ آدمیوں کی طرح
 آدمی۔ اشتہار المخلوقات کلامے بیانے کا خزانہ کو بھی حاصل تھا۔ اس سے انکار
 کرنا کہ وہ حضرت آدم کی اولاد سے نہ تھے سر اسر کفر ہے اور اُن غریب کی ذات پر
 بہتان۔ ہاں ہاں ظلم۔ کیونکہ قدرت نے مسئلہ ارتقا کے ثبوت کے لئے ان کو ایک نمونہ
 کامل کی صورت میں اٹھال دیا تھا۔ برنخ شریف نور علی نور۔ اگر اُن کا علمیہ
 کسی کو قلب بند کرنا ہے تو میں بتانے میں کیون بخل کروں۔ لیکن پستہ تہ و دوہر
 بدن کے آدمی۔ رنگ سا نولائے وسط درجہ کا گول جس کو وہ دم تقریر
 بڑی شان سے جھٹکا دیا کرتے تھے۔ بال سیاہ۔ موٹے گھنے عرصہ دراز تک

کھویری دلی ساف گٹھا کی کہ سیاسی کے مسئلے کو الٹیٹیم دیے میں اک ہ تھا۔ پھر صرف
 اس کے پیچھے جاتا ہوں کہ پوت لگا۔ بعد چند خط اس کا قلم مقام ہوا عرض
 ان کی تجارت کی بات مورتا نقطہ نظر سے صحیح صحیح حال جو ہم تک پہنچا ہے
 یہی ہے اس کے علاوہ انی جانے ر...
 اسی قدر لذت خندا انھیں انگریزی پڑھنے کا شوق۔ وہ بہت کم۔ سر پر گرا اس قدر
 نہیں مٹا ناچا ہے تھے کہ ایک گٹھا گھاس کا دماغ جیسی نازک چیز پر بار گرا ان کی
 صورت بہت لیے پھرین۔ مٹانی نہ بہت تنگ۔ بہت چوڑی مگر نہ کچھ نہ بیک
 نہیں ہوتا۔ پتائی میں کوئی تنگ نہیں۔ ہوون کو محراب کہ یہ ہی کوئی نہ تھا۔ وہ
 اپنے تئیں تو دو ایک کی خبر نہیں اس کے سایہ عاطفت میں ایک چوڑا آگھین۔ ان کی
 تخیل تریف فضول کیونکہ اس کے چار معلوم ہو جائیگا کہ آگھون نے کیا کیا کام انجام
 دیے۔ عمر اتنا سن رکھئے کہ دزدیدہ نظری ہلاکی دقیقہ رس تھی۔ کان ہر وقت حرکت کرکے
 کھڑک کو تار گردن چہرہ گول۔ گل بھرے بھرے۔ گر بالکل ٹکڑا نہیں۔ ٹھوڑی مولی دو
 آنکھوں سے دمایاں ایک مٹی مبارک ہم نی کی طرح تھرہ کو روتی۔ کئے ہرے بعض اوقات
 کھون کے لیے ہوا بھلیاں کا بھی کام دیتے جاتی۔ منہ جوڑا۔ لب موس۔ پاں کان
 خون کرتے تھے۔ سینہ جوڑا۔ کچھ بھرا ہوا مسکرا عجیب انداز کا تھا۔ حندہ دندان
 کا اتفاق بہت کم ہوتا۔ گفتار میں ایک قسم کی شیرینی اور بجاوت۔ ہاتھ پاؤں چلے
 مانسین جیسے۔ رفتار شاہد ایک حد تک خوش مزاج اور ظرافت اسد بھی تھے۔ مگر
 کم گو۔ خاموش آدمی تھے۔ دل کا بھید نہ دیتے تھے۔ دیکھنے میں سیدھے مگر موقع
 رچوٹ سے نہ چوکے والے۔ باتوں میں یوقونی کا عنصر غالب اور اسی وجہ سے ان کو
 بالاتفاق ”سب ان پوت“ کا خطاب دیا گیا۔ فتن کچھ والا نہ تھا۔ سر پر سفید
 دوپٹی لٹنی مگر جو گوشہ نما سڈھی رہتی تھی۔ گرنا اسپر پڑانی وضع کی اچھرت
 یا اگر کھاریب بدن۔ شرعی یا جامہ آنکھوں میں ایک جوڑ دسی جو تہ دونوں پاؤں
 میں جیاس وضع سے آپ چلتے تھے تو یہ معلوم ہوتا تھا کہ کھاکھ اندی میں کوئی پڑا
 ڈوٹنگا جا رہا ہے۔ ہمہ گیر طبیعت بائی تھی۔ غلط سے بھی یک گونہ دلچسپی تھی۔
 نخاس کی چہ نری گلی کتابین آیت کے کتب خانہ کی ریت تھیں ایک نیم حکیم خطرہ خانہ کی

چیمین - ادیبانہ سخن - تیرا زمانہ - افسانہ میری شاہی - اب کمان - ان ان میں دراصل بے تاج
و تخت کا بادشاہ تھا۔ اپنے دل کا بادشاہ تھا۔ گھر سے ابھر کر میری حکمرانی - مان باب
کی ناز برداری - غیر دن کی دجوبی - عیش و عشرت کے سامان - افسانہ بے شکری -
وہ عالم مدہوشی اب کمان - کاش تو لمٹ آتا کاش تو پھر آ جاتا - میں اپنی موجودہ زندگی
کے اس دور کو تجھ سے تبدیل کر کے کوئی شے ہوں - تین اپنا تمام ساز و سامان
تجھ پر قربان کرنے کو مستعد - افسوس یہ میرے بس کی بات نہیں ہے تو ہاتھ سے
کل گیا - اب میرے قبضہ کا نہیں -

دیگیا وقت پھر ہاتھ ۱۲۰ مہین

ہاں تو کس مزے کی چیز تھی کہ میری یاد بھی لطف دے جاتی ہے - تو نے میرے ساتھ دعا
کیوں کی - تو مجھے یوں چھوڑ کر کیوں چل دیا - یہ یو مائی - یہ کج ادائی سارے لطفے دن میرے
ساتھ رہنے کا کچھ خیال نہ آیا - تو نے کیا میرے ساتھ طوطا چشتی کی ہمیں - ہمیں - سب کے ساتھ
اور اب بھی جتنی رفاقت کا دم بھر رہا ہے - ان کے ساتھ بھی یہی کرے گا - انکا بھی یہی حال ہو جائے
یہی شہر ہو گا - اچھا اچھا میں سمجھا - دنیا کا دستور ہی یہی ہے - قانون قدرت کا تقاضا یہی ہے
انسان اگر پیدا ہوا ہے اور عالم طبعی کا لطف اٹھا چکا ہے تو لامحالہ تباہ کے حدود میں
قدم رکھے گا - غم و فکر میں مبتلا ہو گا - جو اب کہتا ہے -

اس پر پتہ پتہ شہر اب کر کے مجھے
کمان گیا میرا بچپن خراب کر کے مجھے

مضطر

ان اس حد کو بھی قیام نہیں - یہ بھی چھوڑ دے ہے - آخر عالم میری سے سابقہ ہو گا
نہ کوئی نہ ایک دن گوئیہ فرمیں لجا کر سلا دیگا - خواہ تو انائی لب گوئیہ ساتھ دے خواہ
گھسٹ گھسٹ کر ہوئیے تو کیا جائیگا نکلے لوگ ہو جائیگا دیسے اور گویا ایسے فرض سے سکون
ہو جاوے گی - پھر تو جان اور تیرے اعمال - مگر ان تمام رمانوں سے ہنر سب کا مترج ہی
بچپن بھری کار نامہ ہے اور اسکے بعد طالب علمی کا زمانہ کیسے کیونکہ ایک حد تک انکار
روح فرسا اس وقت دامگیر نہیں ہوتے - جہاں انسان تعلیم سے فارغ ہو اور دنیا
کے کھیلوں میں پڑا - اور یہی دنیا کے بکھیرے انسان کی زندگی کو بے لطف
کر دیتے ہیں - ہائے ایک طالب علم اسکول چھوڑنے پر اپنے ہم کتبوں کو کس حشر

سے باور کرتا ہے اس زمانے کی یادوں کے اسور دلاتی ہے۔ بہر حال غیبت میں غم کو تپا ہے اور سر دھتتا ہے ہاں تو ٹھیک بند رہ بر سر کا عزم ہوتا ہے کہ جس اسکول میں ہم پڑھ رہے تھے مولانا سقید ہمارے خوش قسمتی سے کلاس فیلو کی صورت میں نمودار ہوئے۔ یا طرہ سے کار بھٹا۔ دبستی کا سامان ہاتھ آیا۔ مولانا کی ذہانت اور محنت میں تو کوئی شک نہیں مگر اسی کے ساتھ وہ بیوقوفی کا عنصر جو ان کی باتوں میں بعض اوقات نمایاں طور سے ہوتا تھا مزہ دے جاتا تھا۔ ان کے والدین بہت ہی معلوک محال تھے۔ باپ عرب پانچ چھ روپیہ مہا پرہ پر تو کرکھتا گھر میں کوئی ایسا اثاثہ نہ تھا۔ والدہ بہت ہی نیک سزیف زاد سی تھیں۔ والدین کے علاوہ گھر میں کوئی اور نہ تھا۔ ان در لون کا آسرا جو کچھ تھے سو یہی تھے گھر کا چسراغ باہری تین لائٹیں صرف انھیں کو کہنا چاہیئے۔ باپ عرب ان کو دیکھ کر خوش ہو جاتا۔ مان بیچاری ان کو دیکھ کر جیتی تھی۔

دل سے اس مان کے کوئی آس کی خوشیاں بچے

مٹین مان کے بچے کو ہو یا لا جس نے

جان تک موتا کو اچھلے سے اچھا کھلاتے۔ زہر مار کر اتے۔ اچھلے اچھا پھلتے۔ ایسی جان پر مصیبت اٹھاتے گران کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہوئے دیتے عرب والدین کو اتنی استطاعت کہاں تھی کہ ان کو انگریزی تعلیم دلاتے مگر خداوند کریم بائی اسکول کو ابدالا باو سلامت رکھے کہ والدین کی تنگدستی اور ان کی دہانت کا لحاظ کر کے وظیفہ مقرر کر دیا کتاب میں بھی اسکول سے ملتی تھیں۔ اس پریشانی سے مرالدین نے ان کی تعلیم جاری رکھی۔ خود جس طرح بسر کرتے تھے۔ خدا ہی جانتا ہے ہاں کی مہر مولانا پڑھنے کے اتنے متعلق ہوئے پر بھی دو ایک شعر پراور خواہ اسکول آئے والے طالب علموں کی ترعیب سے مدرسے سے ایسے عھائے جیسے لاخل سے شیطان ایسے غائب ہوئے جیسے گدھے کے سر سے سینک بچنے کے سر سے بال بٹلون سے میانی۔ بڑھے سے جوانی۔ مگر باپ نے بیچا کیا سرراغ لگایا قرب و جوار کے گاؤں میں طوم کرڈھونڈھ نکالا۔ اور اسکول میں ماجود دھبڈ ماسر اور تمام مدرسین کی "ہائین، ہائین" کے وہ مادی کی مولانا سے جیٹی کا دودھ اٹھل دیا اور

اولیٰ (Sally) ہونے کی وجہ سے ساتھ گئے تھے اور اوٹڈری لائن پر کھڑے تھے۔ آگے بڑھے اور ان کو اٹھایا۔ اُٹھے ہی خرمائے بھائی ہماری تو بلی ٹوٹ گئی میٹر خند بخش سے دیکھا اور کہا جوتے آگئی ہوئی۔ پہلی دسلی نہیں ٹوٹی۔ دس منٹ کا اور معاملہ ہی جو گئے کھڑے رہو۔ جبکہ توہ حالی ہوگی۔ اس جگہ کہ خدا نے ایک نہ مانی۔ اسی حالت میں میرے پاس آیا اور وہی بلی ٹوٹ جانے کی داستان سنائی۔ میں نے دیکھا کہ بلی میں ٹوٹی اطمینان رکھو۔ غور ہی دیر اور کھیلتے رہو بڑی مشکل سے راضی ہوئے۔ کھیل کے بعد یہ داستان تمام میں سمجھ ہو گئی اور سچ تو یوں ہو کہ اُنھوں نے خود ہی مجھ بتا سنا کہ اور کہہ کہہ کر مستور کی اسکاچر جا آپس میں یوں تو غصہ تک رہا۔ جبوقت مولانا سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ بلی تو نہیں ٹوٹی تو بہت چڑھتے تھے۔

یہ تو سب سنا دل سے ہوتے مگر غصہ یہ ہوا کہ یوں نور سٹی امتحان کے تین ماہ قبل قصہ میں کجنت طاعون شمرع ہوا۔ اب لوگوں کو بے رنگ ہوئے دیجئے۔ ایک ہنگامہ بہا تھا۔ گلٹی جہان ٹکٹ کی صورت چپان ہوئی کہ ملک الموت نے پیڈ پارسل سمجھ کر لالین دیش ہاتھوں ہاتھ لے لیا۔ ڈھے جوان۔ امیر و عزیز۔ تریف و ذمیل۔ بہت دوستانہ ایراعیرا۔ تھو خیرا۔ سب ہی نومے۔ رح میل جالان تھتا۔ یہ تو اسرف المحکقات کا ذکر تھا۔ اور شینے چوہا دہا۔ اٹی ملی۔ بندر وندر۔ گنا تو آچیل۔ گلہری کوئی نہ بچا اس بڑے میں کون ٹھہرتا۔ نام طلبیا تھا گئے۔ جبکہ نہ تھا وہ رہ گئے۔ ہاں یہ بھی خیال رہے کہ جلی آگئی تھی بھاگے پھر بھی یہ بکے اسکول کے دروازے خراب ہوئے اسکے دل سے کے ڈسے بد کردیے گئے۔ یہاں تک میں فضل ٹکٹی کی صورت اٹھادیا گیا۔ جس کی جدھر سے لگی لوریا بدھنا سنبھال لینی تانی۔

ہم اور مولانا اس وقت تک ”قطبِ عالمی صید“ رہے۔ ساتھ ساتھ گھر پر پڑھتے سام کو ساتھ ہی ساتھ لفرج کو جلتے۔ تواریج کے سوال ہوا کرتے مغرب کی عازر بھی وہیں ٹہر کے باہر دیا کہ خوش منظر کنارے پر ادا ہوتی۔ بعد چندے مجھے بھی نقل مقام کی خاطر ساہ پور جانا پڑا۔

تیسرا باب

شکست امتحان

بہر فرقت متباہ کعباد

سلامت ردی و بار آئی

سفر کی خوبیاں سے انکار کرنا ایسی عقلندہ کا کام نہیں۔ ان اگر آپ یہ ثابت کر دیں کہ آفتاب میں حرارت نہیں ہو تو ہم بھی یہ تسلیم کرنے کو تیار ہیں کہ سفر میں کوئی فائدہ نہیں اور دیکھئے کیسے بچے الفاظ میں لاشعرو سید الطغر سبغیائی کا وسیلہ ہے درجہ ہے۔ کامیابی اُس کے قدم سے لگی ہے۔ اس کی بدولت بڑی بڑی زمینیں بڑے بڑے کام انجام کو پہنچتے ہیں۔ ایک انسان جس کی عقل پر پردے پڑے ہوں اس کو سفر کے ذریعہ دیکھے اور بھر دیکھے کہ اس کی عقل کیسی روشن ہو جاتی ہے۔ اس کی سوچہ لوح بڑے بڑوں سے اچھی ہو جائیگی۔ تجربہ اس کو کچھ کا کچھ کر دے گا۔ تمام کاروباری زندگی میں بغیر سفر کچھ نہیں ہو سکتا۔ تجارت جیسے معزز اور مصدیتیہ کی تونہ بنیاد اس پر قائم ہے۔ اگر آپ یہ قبول نہیں فرماتے تو سفر بڑی پرستایوں کی چیز ہے۔ اس میں بڑی بڑی مصیبتوں کا سامنا ہوتا ہے تو آپ خود ہی انصاف فرمائیے کہ سادی عجم مصیبت و راحت تو ام تو ہٹی ہیں۔ بغیر تکلیف و راحت کمان حاصل ہو سکتی ہے۔ اس کے علاوہ وہ یربانی جو ایک مسافر کو اُمتنا یا کرتی ہے۔ ان فوائد کے مقابلہ میں جو اسے اسی سفر سے حاصل ہوتے ہیں سچ ہو اب رہا یہ کہ ہر انسان کا کام نہیں کہ سفر کے مصائب جھیلے۔ بہت درکار ہے۔ تھوڑے سچے کام آدمی تو اول ہی منزل بول جاتا ہے۔ مگر بہت اور استقلال رکھنے والے منزل مقصود تک کامیابی کے ساتھ مرد پہنچ جاتے ہیں اور دوسروں کے لئے ایک زندہ مثال پیدا کرتے ہیں۔ عربوں نے اسی سفر کی بدولت اپنی فتوحات کی وسعت تمام ممالک میں جیتم زدن میں پہنچا دی۔ اسپین پر صدیوں اسلامی بھر رہا۔ اگر آپ اسے اسی سفر کی بدولت نئی دنیا دریافت کر لی۔ دہسکوڈی گاما۔ برنگال سے افریقہ کا طواف کر کے ہندوستان پہنچے۔ سکدر نے

تمام میں کی میاں نش کر ڈالی۔ کتنا تک لٹا جائے۔ جہاں ایک مرتب انسان وطن سے باہر گیا
دشتِ عرب کی خاک چھالی نہام شکلیہ کی آسان ہو جاتی ہیں۔ جن مصائب کے حیرال سے
پہلے روکنے کھڑے ہوتے تھے۔ ان کو اب وہ معمولی باتیں سمجھاتے۔

ہاں اول اول سمریر جا باڑھی شکل ہے۔ جلتے وقت انسان مان باہر عرب و اقارب
سے ایٹ کر دے تو کچھ عجیب نہیں غریب میں بھی جب تب ہی حیرال سوہان روح رہی
تو کوئی غیر ممکن بات نہیں۔ پھر اگر کوئی دقیق طریق بھی۔ ہو تو ستم پر ستم ہے کیونکہ
جہاں ہی کی دلہی سے ڈھارس نہ بھی رہتی ہے درہ گھر اگر دم نکل جائے عزیز و اقارب
اگر اتنے امام ضامن ہاں میں کہ سمریر جاے دالے عریب کا شاہ۔ اُنز جاے دیو محبت کا
تقصا صا کیے۔ استراص کی کوئی حکم نہیں۔

اب یہ ہمارے جانے کے بعد مولانا عرب کیلے رہ گئے ابھی امتحان کے زیادہ دن
باقی تھے مگر کیا نہ کرتا۔ مگر مولانا ہم نہیں۔ وہ مرنے والے سامی ہی نہ تھے۔ ایسی بیجا
زندگی دالے بھی کم دیکھے ہیں اسے ہیں۔ قضیہ ہی میں پڑے رہے متناہر کے
اہر قدم۔ نکالے جیسا امتحان نزدیک آیا۔ ہمارے نام ایک خط بھیجا کہ جس روز
لکھنؤ چلے گا ارادہ ہو مطلع کرو۔ تاکہ میں راستے میں مل لوں اور ساتھ ہی

اظہار میں کی دیکھی کے لیے خط بھی درج ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔

مکرمی۔ سامی۔ سبوں۔ مزاج شریف۔ میں بخیریت ہوں گو کہ کئی مرتبہ یہ حالت
ہوئی کہ مع

گلابی امسلس کے گلہری میں رہ گئی
اور میرے والدین بھی اچھی طرح ہیں۔ آپ اچھی طرح ضرور ہوں گے کیونکہ وہاں اب ہوا
کی کوئی شکایت نہیں تاہم سب کی خیریت لکھنے گا۔ ہاں بھائی ضرورت تحریر رہے
کہ امتحان سربرا گیا۔ اور مجھے لکھنا چاہے کا راستہ نہیں معلوم۔ اول پنج سال
حت آپ کے ساتھ چلا چلوں گا۔ مگر آپ بھی میری بد قسمتی سے دور از وطن ہیں
اگر میں کیا و تنہا چل بھی کھڑا ہوں۔

وانشد علم امان ہو یخ جاؤں۔ میں تو بڑے سست فینچ میں رہا ہوں کچھ منتقل

کام میں کرنی۔ یستی کے باہر کبھی ایک جگہ کے اتفاق میں ہوا۔ میں سسرے محض ناواقف کسی ہوز
پریشان رہا اب سمجھ میں آیا کہ آپ کو لکھنؤ اور راستہ میں آپ کے ساتھ ہو جاؤں
تا کہ بحیریت نام لکھنؤ ہو سچ جاؤں۔ براہ کرم جلد مطلع فرمائیے کہ میں کب اور کہاں
ملوں ورنہ بھائی میں کیا کروں گا کسی طرف کا نہ رہوں گا۔ ہاں یقین جائیے کہ
میں اس خیال سے کہ اگر آپ کا ساتھ نہیں ہوا تو کیا کروں گا روئے عطا ہوں میں جواب
جلد ہی لکھنے تاکہ مجھے یک گونہ اطمینان قلبی حاصل ہو سجدہ ممنون ہو گا۔
ادائقہ نا تجربہ کار

”سحبہ“
یہ آب نہ بچھے غریب مولا آج تک کبھی لکھنؤ نہ گئے تھے۔ نام سننے کے گنہگار تھے۔
جغرافیہ میں پڑھا تھا نقشہ میں دیکھ لیا۔ ہم نے اُن کو اپنی روانگی کی تاریخ لکھ بھیجی شاہ پور
سے شیخ کی شام کو چکر ہم ہلال آباد پہنچے اپنے مہربان صاحبزادے نادر لیلہ کے بیان
مطہرے اور مولانا کی آمد کا انتظار رہا۔ یہ غریب بھی آٹھ دس گھنٹے اور سٹ گاڑی پر لڑ کر
اللہ اللہ کرتے پچھلے پہر ہلال آباد آدھکے۔ ڈی سترت ہوئی۔ صبح کھانا کھا کر ہم
وہ دونوں اسٹیشن کی طرف چلے۔ یہ غلط خاطر ہے کہ ہمارے مولانا آج تک کسی قسم
کی ریل پر سوار نہ ہوئے تھے جغرافیہ کی بدولت۔ اسی۔ آئی۔ آر۔ او۔ آر۔ آر جی۔ آئی
پی۔ بی۔ این۔ ڈبلو۔ وغیرہ دس پانچ لائینوں کے نام انھیں ضرور زبانی یاد تھے۔
اور سوار ہونا کیا معنی۔ کبھی ریل گاڑی دیکھنے کا بھی اتفاق نہ ہوا تھا۔ راستہ میں انھوں
گاڑی۔ اسٹیشن۔ اسٹیشن۔ ماسٹر۔ تار بالو۔ ڈرائور۔ کوئلہ۔ پانی کی بابت سیکڑوں
سوال مجھ سے کیے۔ کچھ انتہائی ہوئی۔ اسی ظفتار میں اسٹیشن پہنچے اسی گاڑی میں
دیر تھی۔ قبل از وقت پہنچنے سے یہ بھی مراد تھی کہ مولانا کو اسٹیشن ملاحظہ کرایا جا
پھاںک ہی پرکان کھڑے کئے اور مجھ سے کہنے لگے کہ کیا میں بھی اُدھر آجاؤں میں نے
کسا ہاں ہاں بعد متوق آپ میرے ساتھ چلے آئے جھکتے جھکتے پھاںک سے
اُدر آئے۔ تار گھر وغیرہ دکھلا کر میں نے اُن کو سگنل دکھلایا۔ اس کی
ماہیت سمجھائی۔ پلیٹ فارم پر ہٹلایا مگر مجھے مولانا کی وحشت کچھ بڑھتی
ہوئی معلوم ہوئی۔ چون چون وقت گزر گیا اور اڑد ہاں بڑھتا گیا ان کی

پریشانی اور بترقی ہوتی گئی۔ میں نے پوچھا کہ بھائی تم پریشان کیوں ہو۔ کہنے لگے کہ ریل کی سواری میں کوئی ڈر تو نہیں ہے۔ میں نے کہا مطلق نہیں۔ بولے پھر لوگ کیوں کہتے ہیں۔ ان کا جگہ گاڑی لڑ گئی۔ اتنے آدمی رنجی ہوئے۔ اتنے مر گئے۔ ڈر اور کھپا بند کر بھاگ گیا۔ آج تک پتہ نہیں۔ گاڑی اسپتال میں ہے۔ تمام عہدہ برطرف کر دیا گیا اور میں نے بھی تو اخبار دن میں اکثر پڑھا ہے۔ میں نے کہا وہاں ہی ہوئے ہو۔ عجیب بوجھل ہو۔ یوں تو دنیا میں واقعات اور حادثات ہوتے ہی رہتے ہیں۔ دنیا اسی کا نام ہے مگر یہ کوئی مرض نہیں کہ رورایا ہو اور ہر ٹرین لڑ جائے۔ کبھی انسانی غلطی سے ایسا ہو جاتا ہے۔ ایک بڑی لمبی سائنس لیکچر بولے "ہا۔۔۔" اور مہجوت ہی بنے رہے آخر کھٹنے کی ٹی ٹی کی آواز سنائی دی۔ لائن کلیر ہو گیا۔ ٹکٹ بیٹنے لگا اور بیٹ بھی چکا۔ گاڑی کی سیٹی سننا تھا کہ مولانا رولون پائون پر آ بیٹھا اور جیتے جیتے رہ گئے۔ گاڑی فریب آئی۔ انجن کی آواز بھک بھک سنائی دینے لگی۔ اس بھک بھک سے مولانا کے ہرے کارنگ اور بھی تن کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے زرد ہو گئے۔ بدن میں لرزہ پیدا ہو گیا۔ میں نے یہ حالت دیکھ کر بہت سمجھایا۔ انکا ہاتھ لینے ہاتھ میں لے لیا مولانا کی دردیدہ نظر انجن پر جمی رہی اور جون ہی گاڑی لیٹ فارم پر آئی اور مولانا نے انجن کو آٹھ بھر کر برابر سے دیکھا کہ ایک پیچ بیساحہ ان کے منہ سے اٹھل لی اور قبل اس کے کہ گاڑی پورے طور سے رے مولانا باوجود میری روک تھام کے لیٹ فارم پر چاروں سٹانے بہت۔ وہ تو کیے حیر گزری کہ اس ٹرین سے ہمارے دو اور کلاس فیلو آرہے تھے۔ ان کی نظر میری بیگمی اور مولانا کی غشی کی حالت پر پڑی۔ فوراً گاڑی سے اتر آئے۔ اور اس بندہ خدا کا زندہ جتنا زہ ہم قیون لے اسباب کے ساتھ بمشکل اسی ڈبے میں لا دیا۔ مگر اس کو ابھی تک دین و دنیا کی خبر نہیں۔ دوڑ کر لینڈ روف۔ یا نی لاسے منہ پرانی چھڑکا۔ پٹکھا بھلا۔ خلق میں بمشکل پانی ٹپکایا۔ آواز میں دین۔ خدا خدا کر کے آنکھیں کھلیں۔ کھلیں کیا۔ ادھر کھلیں۔ ادھر پھر بند۔ پھر آواز دی۔ سبحانہ سلی دی کہ آنکھیں کھولو۔ دیکھو تمام خلق خدا سوار ہے۔ تمہیں کیسے نہیں۔ یہ دیکھو تھوئے تھوئے بیٹھے بیٹھے ہرین گود کے لڑکے بھی یہاں موجود ہیں۔ اسے مرد خدا دیکھو عورتیں بھی ہیں۔ بولے مجھ سے نہ بولو۔ مجھے بڑی

پراس لگی ہے۔ میں نے کہا اچھا تو لینڈ بی لو۔ لینڈ بیار گرا اسی طرح آکھین منہ دیکھ
رہے جب کئی اسٹیشن کل گئے اور کچھ اطمینان ہوا تو آکھین کھولیں مگر ڈر سے قوت
اور یہ یو چھتے موسے کہ بیان اکن تو میں ہے۔ اس نے مجھے کھا ہی لیا ہفت امین ہے کہا
وہ بیان نہیں وہ بیان سے دور سب گاڑ لون کے آگے ہے جب بہت بنائے ہو گئے
تب کچھ سنبھلے اور طبع مضبوط کی۔

سلسلہ لکھنؤ مشرق ہوا۔ اتنا وقت بڑے لطف سے گنا۔ عرصہ کے بعد کیجا کی
لوہت آئی تھی۔ مولانا جو کہ رزمینِ وطن ہی سے آرہے تھے اُن تمام آدمیوں کی
فہرست جو طاعون کی نظر ہو گئے تھے۔ اور جو کہ اُن کے حافظہ کی لوٹ بک پر درج تھے
پڑھتے رہے۔ یعنی بہت سے شہیدوں کا مرثیہ اُن کی زبانی سنا۔ ہم لوگوں نے بالاتفاق
اس عالم و باکے موقع پر مولانا کے ماموں اور محوِ غار رہنے پر بچہ اطہار اسس کیا کیونکہ
وہ شہادت کے درجہ سے محروم رہے جس کو سکھ مولانا بہت حیرانچاہوے
گیارہ بجے دن آغا میر سٹین پر پہنچے۔ حد کی شان۔ بیکہ۔ مل سکا۔ ایک ہنگے والا
ہاتھ آیا۔ تمام اسباب بستر۔ ٹرک۔ کتا من۔ اَلَم علم اُس پر لا دیتے آدمیوں
نے قیصر باغ کا رخ کیا۔ مسٹر نسیم جہاں کلاس فیلو جہاں ساتھ رہے مگر بالو پیر جہاں
دوسری جگہ قسام کرنے والے تھے چلے گئے۔ سٹین سے روائہ تو ہو گیا مگر ایک
ایک قدم پر آفتون کا سامنا۔ وہ کیا۔ وہ یہ کہ مولانا کی صورت دیکھ کر یہ معلوم
ہو تا تھا کہ کسی طلسم کہ وہ میں آپہنچے۔ کسی عمارت کو دیکھا وہین کھڑے
ہو گئے۔ دیکھ رہے ہیں اور ہنس رہے ہیں۔ ہم لوگ آگے نکل گئے ان کو
پچھے دیکھا پھر دُک گئے۔ بلایا۔ بڑی شکل سے بٹلے۔ ہنگے والے کی جان لگات
ضیق میں۔ مگر مولانا کی دہری رفتار کو فی سیر سلسلہ آئی یا سکی کھڑے ہو گئے تصویر
سنے ہیں۔ ہر ایک یکہ۔ گلی۔ ٹم۔ ٹم۔ موٹر۔ سائیکل۔ جو سڑک سے گزری
جب تک نظروں کے سلسلے رہی کھڑے ہو کر دیکھا کہ کسی کی سیٹہ نہیں۔
پھر اُس کی بابت سوال دیا کہ کونسی سواری تھی؟ کیا ہم نے کوئی موٹر سائیکل بھی
ان سواریوں میں دیکھی یا ابھی نہیں؟ ۹۔

رفاہ عام کے پاس تھیں۔ یہ سب دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ بالکل ریتہ حلی ہو گئے۔

لوں یہ کیا ہے،، مین نے کہا یہ حقیر بیکل اسٹیج ہے۔ یہاں تماشا ہو رہا ہے۔ لوں نے آؤ
جلو یہ تماشا بھی دیکھتے چلیں۔ مین نے کہا مرد خدا وہی ہو رہا ہے۔ رات کو تماشا ہو رہا
ہے یاد تو اس کے علاوہ ہمیشہ یہاں کہنیاں بھی مین رہتیں۔ جب تب باہر سے
آؤ کرتی ہیں۔ بمشکل نام لیا۔ بچے کے چلے دو بچے فیض باغ ہو چکے ہاں ہو گئے
تو مگر مالک مکان کا خط بھی دھن سے ماہر ہونے کی وجہ سے نہ لاسکے تھے۔ صحن بکھن
مین ہو گئے تھے ہی ایک بندت جی کے درشن ہوئے جو مجھے کے پاس بیٹھ لوٹیا مانج
رہے تھے۔ مین نے مختصر اپنا مقصد اُن سے بیان کیا۔ مہراج نے بہت عجز سے
سنا۔ اُس کے بعد دو تین سوال کیے۔

مہراج۔ آپ مہتاب نگر سے آتے ہیں۔

مین۔ ہاں۔

مہراج۔ کا آپ لوگ لالہ ہیں۔

مین۔ (حاموش بالکل حاموش۔ گویا سنا ہی نہیں۔) مال کر۔ کچھ اور باتیں کرتے ہوئے
جی مین تو آیا کہ وہ دن لالہ والا نہیں مگر ہمارے ساتھ ایک مولانا سرور گل لالہ

ہو رہے ہیں۔

مہراج۔ کا آپ کبیتی لولہ ہاں رہتے ہیں۔

مین۔ ہاں ہاں۔ وہیں سمجھیے۔ اُسی کے نزدیک۔

مہراج۔ آپ آؤ آپ کے لئے بہت ٹھوڑے۔ تمام مکاے پڑا ہے۔ لیو دیکھو لولہ
کر۔ یا ہے ٹھیک ہوئی۔ دروجہ (درد و اذہ) سسرناؤں تو نکا کری۔

مین۔ ٹھیک بہت ٹھیک کافی ہے۔

بہت دالے کل باب رکھا۔ مردوری لی مگر ڈبل کیونکہ مولانا کی غایت سے اسکا
وقت بہت کم صرف ہوا تھا۔ وہ تو گیا۔ ابھی اچھی طرح اطمینان کی سانس بھی نہ لینے
پائے تھے کہ ایک سچ لالہ یعنی محاط مکان۔ مہراج کے افسر اعلیٰ ڈیڑھ
آنکھ کے سہارے مین آسمان دیکھتے بھالتے آہی ہو پئے۔

لالہ۔ سدگی عرض۔

مین۔ آداب عرض جناب راجی مین یا اللہ حیر۔ یہ بغیر سے نہ چاہیگا۔ یہ اگر عیب

نکرت تو عیب ہے۔ آنکھ سے مجبور رہے۔ فطرت کا تقاضا ہے کہ یہ کچھ۔ کچھ عیب کرتا رہے۔

لالہ۔ آب لالہ میں
مین۔ جی نہیں۔ کلمہ گو۔
لالہ۔ کلمہ گو۔

مین۔ یعنی مسلمان۔

لالہ۔ ان۔ اچھا۔ ہم آب کار ہب کا نا مین منع کرت۔ اگلے آب مالک مکان
ایک چھٹی بدین نمونہ شکاے لیں۔ جب تک آپ لبوق رہیں۔
مین۔ بہت اچھا۔ ضرور منگالین گئے۔ آج ہی خط لکھیں گے۔ آپ مہرا مین ہیں۔
ادھر دیکھئے۔ کیا کوئی پلنگ مل سکتا ہے

لالہ۔ پلنگ تو آب کا نا مین دستیاب ہوئے سکت۔ اڈکا کا ناؤں۔ تون سے سہارے
واسے۔ کمرہ جی پلنگ۔ چار پائی رکھی ہیں۔ واسے بھائی۔ کست تو مین۔ تون اڈکا کا
ناؤں۔ اڈکا نا اڑاڑا ہے۔ اور ہرے تیراؤ کی کچی ڈنچی نا مین۔

مین۔ حیر کوئی ضائقہ نہیں۔
مہراج عزیز ملتے ہوئے چپکے کھڑے کل بائیں سنا گئے۔

اس سے نجات پا کر اسباب سی طرح کمرہ مین چھوڑ چلائی دھویب مین چھتر می سے سر ہوا یہ
کئے۔ دل سمجھاتے ہوئے امین آباد کی طرف روانہ ہوئے۔ پہونچے کھانا کھایا۔
ضروری چیزیں۔ موم بتی۔ تیل۔ مہراجی وغیرہ لے واپس آئے۔ واپسی مین راہ
مین مہراج سے بڑھ چڑھ ہوئی۔ خود ہی کہا کہ لالہ پلنگ دیتے ہیں۔ کچی مضمین
پاس ہے۔ کمرہ کے فرش پر بستر بچھایا۔ بخور می در آرام کیا کچھ کتا مین مضمین
نگرہ رہ کر رات کی آسے والی مضمین کا خیال آتا تھا۔ کہ فرش پر گیز کر رہیں گے
تختہ ہو جائیں گے تختہ۔ عصر کے وقت نماز پڑھ کر ہم لوگ پھر مین آباد کی طرف گئے اور
ہیڈ ماسٹر صاحب کا مکان منجمل تمام سردی حندق مین تلاش کیا۔ ہیڈ ماسٹر
صاحب ملے۔ بہت مہربانی سے پتیں آسے پلنگ کا انتظام کر دینے کو کہا۔
اس وقت مجبور تھے۔ ہم لوگوں نے ایک شکایتی خط دن ہی کو صاحب خانہ کے نام

کھنکھڑال دبا تھا اور لالہ کی زیادتی اور ایسی بے بسی کی کل کیفیت قلمبند کر دی تھی۔ رات جین ہیبت سے کٹی یا اللہ جانتا ہے یا ہم تین اسٹد کے پردے جانتے ہیں وہ تو خیر ست رہی نیا کمرہ تھا۔ اس میں بے بہمت گرجی رہ معلوم ہوئی۔ مگر پھر دن نے مہمان نوازی میں کچھ کسر نہ اٹھاتا رہی۔ حد ادا کر کے صبح ہوئی۔ مہیڈ ماسٹر صاحب نے دوسرے روز ایک بڑا سا پلنگ دیا۔ ایک مزیدار کے ذریعہ اسکو لے آئے۔ تمام کو مہیڈ ماسٹر صاحب نے آکر لالہ کو سمجھایا کہ یہ اسکو لے کے لے کے ہیں۔ ان کو تکلیف نہ دینا چاہیئے۔ تب ایک چھوٹی سی چار یا پائی اس واحد نمین نے بھی نکال کر دی۔ تیسرے روز مالک مکان کا خط لالہ کے نام پہنچا۔ بہت سخت و سخت لکھا تھا۔ مہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی ایک تحریر پہنچ گئی ہوئی۔ آنکھوں نے بھی ستام کو آکر نمائش کی۔ اب کیا تھا مستی گجی کو زمین آسمان کچھ کچھ سوچھا۔ پلنگ مہرمت کیئے۔ ہم لوگوں کا تمام سامان دو منتر لیر پہنچایا۔ ہر قسم کی آرام کا حوالہ۔ گھڑی گھڑی دریافت کر میں کسی چیز کی ضرورت تو نہیں ہم لوگوں نے درگاہ حد امین بنکر ادا کیا۔ رات دن مزے سے کئے گئے۔ ہاں صبح نوکے اٹھتے۔ ضروریات سے خارج ہو کر لیں کہ درہ پر بطور امیدوار ضرور دیر تک کھڑا رہنا پڑتا، سنبھلنا دھو۔ غار بڑھ اس حال دیے روانہ ہوتے۔ دس کے برجہ ختم ہوتا۔ سیدھے امین آباد جاتے۔ کھانا کھا کر قیصر باغ آتے۔ برجہ آرام کرتے۔ شام کو پھر پارک جاتے کھانا کھا کر واپس آتے۔ کچھ بڑھ کر سو رہتے۔ علی الصبح پھر اٹھتے۔ یہی دستور تھا۔

ہاں ان دنوں جو نئی بات ہوئی وہ یہ تھی کہ اول ہی روز مولانا نے مجھ سے کچھ مزاح میں کہا جس پر شرمیم نے لوٹس لیا کہ حباب آب صابون کا یہ مذاق کیسا اچھا ہے اور مولانا سے کوئی خاص طور سے مذاق نہ ہوتا تھا، مولانا سے جواب دیا کہ آخر دس بندہ وہ روز بہان ہیں۔ کیونکر جی سہلے گا۔ دے دے کے ہمیں تین آدمی ہیں۔ میں نے کہا خیر کوئی مصالحتہ نہیں۔ آپ کا بھی خیال درست ہو۔ پھر کیا تھا۔ میں نے اس وقت سے ان کو تحفہ مستحق بنالیا۔ ہمارے اور ہم کے فقرے ہوئے گئے۔ تیسرے روز جب برجہ کر کے واپس ہوئے تو مولانا حلال معمول کھت انخیزہ معلوم ہوئے۔ خیال ہو اگر تائید برجہ حباب گیا ہو گا۔ مجدد اصرار پر چیکے سے فرمایا کہ ہم سے مذاق نہ کیا کیجئے ہم لوگوں کو یہ نہ معلوم تھا کہ مولانا ایران در در کی چیتوں نے ایسا اثر کیا جیر ان کی تسلی

اے یہ کمد آگیا کہ اچھا صاحب ہم لوگ احتیاط رکھیں گے۔ مگر یہ تو آبِ ہی کی خاطر سے ہوا تھا
 کیسے لگے کہ ہم کو نہ معلوم تھا کہ بیان تک ٹوٹ ہو چکے گی کہ بات کرنا مشکل ہو جائے گا
 کہنے کو تو ہم نے کمد یا در احتیاط کا وعدہ بھی کر لیا مگر اب طبیعتِ روان ہو چکی تھی کہو کر کہتی
 وہی رنگ بہر حال رہا۔ مولانا بھی عادی ہو چلے۔ ان کی کابلِ محمودی نے اور بھی اس بات
 پر آمادہ کیا کہ جہان تک ہو سکے لکھنا یا اجائے۔ اور یہ صفتِ آب کی ہم لوگ کو پہلے سے نہ
 معلوم تھی کبھی اس مددِ خدا نے کسی کی خاطر حسن نہ کی۔ یہاں سے بھاگتا تھا۔ اور یہی سے
 سے حرجی بینِ بانی لا افسس۔ اور کتا اگر مینِ رینے سے گر ٹوں تو میری تندرستی کا کون دہم دار
 ہے۔ کچھ عہدہ معلوم ہوتا کچھ ہسی آتی۔ بیتاب کرنے نیچے نہ جانا۔ جادہ رات میں غمِ غیر
 پر بیٹھ سے بیتاب کرتا۔ اور اس کا سایہ سجے صحنِ مین پڑتا مگر اس بات سندی کو یہ خیال
 نہ آتا کہ اگر دیکھیں گے تو لوگ میری تہذیب کو کسا کہیں گے اور اُس سطرہ یہ کہ لالین بھی
 ایک بات تین ہوتی۔ ایک چیز کا ستوق اللہ دھنکیر ہو گیا تھا قلعیوں کی چاٹ ایسی
 ٹیڑھی تھی کہ ہم سے مار ہا اسکے ہمارے مولانا کو چیلانی دھوب مین بھی تمام فیضِ راع مین
 دوڑایا فعلی کے نام سے وہ دوڑ جائے کہ ہر وقت مستعد تھے۔ اور دلی بخار کالے کی بھی
 ترکیب بھی تھی۔ یوں ہی دن گذرتے رہے۔ امتحان کے درمیان جو چھٹی ٹیڑھی اُس مین مولانا
 کو ششور عمارتوں۔ بڑا امام ماڑہ جس میں آباد۔ بلی گار د وغیرہ کی زیارت گرائی گئی۔ یارک اور
 مصلح باغون مین بھی ٹھلائے گئے جس سے بہت کچھ دھت کم ہوئی۔
 مولانا عائب گھر دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ مگر اُن کو یہ کیا خبر کہ یہ عجائب گھر دیکھتے تھے اور
 تمام عجائب گھر اُن کو دیکھتا تھا۔ مگر وہ حالور وں اور آدمیوں کے ڈھبائے دیکھ کر اُچھ
 مولانا دہان بھی ایک مرتبہ اچھلکھوڑا اُٹھے اور آکھیں سد کہ لیں۔ اور جو وقت ہم اُن کو
 ساتھ بکر کر دہان سے ہٹا لائے تب بھی آنکھیں سد تھیں۔ جب دہان سے دور ہونے کا
 یقین ہوا تب کھولیں پچھتے وقت غریب مہتمم (Shah Waliullah) اُن کو دیکھ کر ہاتھ ملکر
 رہ گیا کہ ایسی عجیب و غریب چیز عجمائے حانہ امین اگر بھر ماہر جاتی ہے۔ آخر امتحان
 ختم ہوا۔ پرچے سب کے اچھے ہوئے۔ مسٹر نفیس نغزج کی عرض سے ٹھہر گئے۔ مگر ہم
 اور مولانا اپنے مہربان بالودر گاہِ رستہ کے ساتھ جو کہ ایف۔ اے۔ کے
 امتحان سے فارغ ہو چکے تھے۔ اُسی روز رستہ کی گاڑی سے روانہ ہو گئے

رات کو ہلال آباد میں ٹھہرے۔ مولانا وطن روانہ ہو گئے۔ مگر اب مولانا وہ مولانا تھے
کچھ سے کچھ ہو گئے تھے۔ ان ہاں لکھنؤ اور دھکا دار اختلاف دیکھ آئے تھے بعض
وقت بہت جوش سے فرماتے تھے۔

شہیدہ کے لواحقین دیدہ

نڑا دیدہ و پیرسرا شہیدہ
دو سرور ہم بھی شاہ پور واپس ہو چکے۔ کچھ دن قیام رہا بعد کو متاب مگر
ہوئے بیچ کا انتظار بے صبری سے ہونے لگا۔ بارے خدا کر کے وہ دن آیا۔
اکر آباد سے گزٹ نکلا اور شکر خدا کہ ہم لوگوں کی منتاؤن کو پورا کرنا ہوا
نڈرا احمد ہر آن چیز کہ خاطر می خواست

آخر اندر پس پردہ است دیدہ
مشرقیہم ہم اور مولانا تینوں پاس ہو گئے۔ مولانا ناول درجہ میں۔ ہم دونوں آدمی دوم
درجہ میں۔ اسکول کا نتیجہ اسی فیصدی رہا۔ بڑی جوشی ہوئی۔ خدا کا لاکھ لاکھ شکر بچا
لاسے۔ ہمارا نو سلسلہ تعلیم ہمیں سے منقطع ہو گیا۔ مگر مولانا کو اگلے زمینہ پر ہو جانے
کی کوشش کی گئی۔ خیال ابوا جہان تک ہوا تو اوسے درجہ بھی عین دادے جائیں
لکھنؤ تو اب دیکھ ہی چکے تھے بھنگ بھنگ لگی تھی۔ پھر بھی کر میں بنگا باندھ دیا گیا۔ تاکہ
جستی ایک سو بیس درجہ سے کم نہ ہونے پائے۔ پر اسے عین باقی اسکول نے
وظیفہ برابر دینے کو کہا۔ اور جولا کی امین و میان پوت، لکھنؤ روانہ ہو گئے۔

چوتھا باب

کالج میں داخلہ

ہوا ہے نام میرا درج کالج کے چہرے میں
کمان تک لگیا دیکھو مجھے شوق رہا مانی

کال لائف - بیماری کا لچ لائف تو طبی مشاؤون کے لیے نصب ہوتی ہے۔ ایسے ہی خوش نصیب ہوتے ہیں جو تیر لطف اٹھاتے ہیں۔ اسکول لائف میں اپنی زندگی کا جب ایک چشمہ مذر ہو جاتا ہے۔ اور پھر بھی جب تقدیر ساتھ دیتی ہے تب تجھ تک دسترس ہو تا ہے ورنہ ہتوں کو تیر ہی حسرت ہی رہ جاتی ہے۔ خون کے آنسو رو کر بیٹھ جاتے ہیں۔ مگر کم مائیگی سے تیرا دیر نصیب نہیں ہوتا۔ بہت سے عرب جنگی دہانت اور محنت کا اسکول میں سکھ چل جاتا ہے اور جن کی کامیابی پر اسکول کو خیر مستادوں کو ناز ہوتا ہے۔ وہ بھی اتفاقات زمانہ سے مجبور ہو جاتے ہیں اور تمام ہمت یارین اور آرزوئیں پسیر کر دن منسوب دل ہی دل میں رہ جاتے ہیں اگر زمانہ ان کو موقع دیتا تو کیا عجب شہرہ آفاق ہوتے۔ کیا بے زمانہ نہ تھکتے۔ یوں تو اسکول لائف بھی کچھ کم لطف زندگی نہیں۔ مگر اس کی کال لائف سے کوئی مسابقت نہیں اسکول لائف میں پھر بھی اتنی آزادی حاصل نہیں ہوتی۔ رومرہ سبق کو یاد کرنے کا لٹکا مار کا ڈنڈہ۔ کچھ۔ کچھ۔ زبانی پڑھنا ہے مگر کال لائف میں ان باتوں کا بھی کوئی خیال نہیں۔ ایک تو اسکول سے نکل کر کچھ قابلیت آجاتی ہے جس سے کچھ آئندہ تعلیم میں ایک حد تک انسان خود ہی اپنا رہتا ہے۔ جتنا ہے عقل بھی اب زیادہ روشن ہو جاتی ہے۔ اس لیے کورس تیار کرنے میں کوئی دقت نہیں۔ دوسرے مار پیٹ کا وہ بیان مطلق گذر ہی نہیں اگر کبھی کسی عقلیت میں خدا کو اسے جرم مانہ ہو گیا تو چند ان بار بھی نہیں گذرنا۔ پھر سیکڑوں تفریح کے سامان مہیا۔ پڑھنے لکھنے۔ ٹھیکے کو دلے کی سب قسم کی آسائشیں موجود۔ اگر کہیں کال لچ ٹیم ٹوٹر لگی اور آپ بھی ساتھ ہوئے تو پھر کیا کہنا! اس سیر و تفریح کا کوئی جواب ہی نہیں یوں تو کال لچ ہی میں تمام حصص طلباء جمع ہوتے ہیں اور ہر قسم کا آدمی نظر سے گذرتا ہے مگر ٹوٹر پر اس سے بھی اچھا تجربہ کا موقع ہوتا ہے۔ ہفتوں تمام احباب کی یکجائی رومرہ دستب کا لطف بھرنے والی چیز نہیں۔ عرض کہ جو شخص کال لچ لائف کا لطف اٹھائے ہے اسے ضرور خوش قسمت کہو ننگا۔ بلا پس پیش خوش نصیب سمجھو ننگا۔ اور جسکو یہ موقع ہاتھ آئے اور اس سے فائدہ اٹھائے رہا ایسے زمین موقع کو کھو دے اس سے بڑھ کر جاہل موقع بد قسمت کوئی نہیں۔

مولانا لکھنؤ ہو چکے۔ کس عرص سے۔ بڑھنے کی غرض سے۔ قیصر باغ میں قیام ہوا۔ کالج میں داخلہ ہوا۔ تعلیم شروع ہوئی۔ جہانے مہربان بابو درگاہ شاد سے یوشن بھی ایک ٹھیک کر دیا۔ ان کے مولانا کو کچھ فراغبالی کے ساتھ وقت کاٹنے کا موقعہ ملتا تھا۔ آئے۔ کھانا تو کالج میں (۵۵ء) میں کھاتے تھے مگر رہتے قیصر باغ ہی میں تھے۔ پاور کھانا بھی کس قسم کا۔ اول نمبر کا یعنی دس روپیہ ماہوار ادا کرتے تھے۔ وجہ یہ کہ ایک فیصل اور بد مزہ غذا مولانا کا معدہ قبول کرنے سے انکار کرتا تھا۔ یعنی کھایا یا سب بچا ہی پوسٹ کا روٹ ہو جاتا تھا۔ مولانا اب چادر دیکھ کر باؤن پھیلانا قبول کئے۔ آرام بہت شو جھٹتا تھا۔ یوں ہی اس بندہ خدا کا وقت گنتا رہا۔ بابو درگاہ شاد سے دو روزہ ملاقات ہوتی تھی۔ اور وہ ہموطنی کی صحبت کی وجہ سے ہر قسم کی امداد پہنچا پرستہ رہتے۔

حسن اتفاق سے ڈیڑھ دو مہینہ کے بعد میرا جانا لکھنؤ ہوا۔ میں سیدھا قیصر باغ مولانا کی زیارت کو پہنچا۔ گزشتہ کالج میں تھے۔ مجھے تو قد مبوسی کا اشتیاق تھا اور اگر یہ توفیق جزا کر رہا جاتا تو جان ہی رہن جاتی۔ لہذا کالج بھی جا ہوتا تھا۔ پچھلے کون سے دریافت کیا معلوم ہوا ادا نشریف فارسی درجے میں بڑھ چکے ہیں۔ میں گیا۔ باہر آئے۔ چھٹی کمرے کو میرے ہمراہ ہوں۔ پھر دو نوٹ آدمی چلے آئے۔ بابو درگاہ شاد سے ملے۔ کھانی کر تفریح کو امین آباد گئے رات کو ہم مولانا کے وہاں رہے۔ بڑے مرنے کی باتیں ہوتی رہیں۔ دوسرے روز بھی میرا قیام رہا۔ آج غریب کالج بھی نہ گئے۔ ایسا ایک روز کا ہرج کیا مگر ساتھ ہی یہ بھی بات تھی کہ اب وہ بڑھنے کے اسے شائق نہ معلوم ہوتے تھے۔ ان کی طبیعت کچھ اطمینان کی طرح معلوم ہوتی تھی۔ بہت بد دل تھے۔ اپنے دیرینہ محسن کے بہت ستانی تھے حرج کی تنگی اٹھانا کہ میں دم کیے تھی۔ مولانا نے دو پہر کو اپنے ہاتھ سے کھانا بیکار کیا۔ سب کھا کر رہے کھا تھا۔ میں نے کہا یہ دست مبارک کی رکعت ہو خدا قسم کسی اچھی خاصی سرائیکی رانی بھائی بھی ایسا لایہ کھانا نہیں چکا سکتی۔ بہت خوش ہوئے۔ امین آباد سے دوڑ کر چار بھی لے آئے تھے۔ گو کہ اس دروازے میں غریب کا خود چارہ نکل گیا تھا۔ ان اس عرصہ میں مولانا کے فیش میں بھی کچھ ترمیم ہوئی تھی۔ اور ہوتی کیون نہیں۔ جب

کھانے کا یہ حال ہوا تو کمرے کا کیون رنگ بدلتا۔ عرصہ مولانا نے ایک حد تک کچل
 بدلی تھی۔ بال بھی سر پر اب قاعدے سے تھے۔ بالکل برابر کئے ہوئے گویا پارک
 کا سبزہ۔ درمیانی داغ بنیل یعنی پان یا جانکے بچوں پر بچ اب سنٹر علی (Centre) کے
 کی جگہ نہ تھی۔ یہ بیٹائی پر باؤنڈری لائن کا پتہ نہ گدی، پر حد بندی کے
 نشان تسلیم جوڑی ہوئی۔ گویا الف۔ بے کی تختی لکھے دانے قلم کی قط۔ سر پر
 یا اس قسم کی چھامت والے سر پر یا اس سودا دہ سر پر یا اس حط والے سر پر لکھ
 بال دار گول ٹوپی۔ لیکن شیرازی۔ پانجامہ۔ بتلون ہنس۔ کرمج کا ہاف پوسٹ
 لکھنؤ کی آب و ہوا اور سوسائٹی نے زبردستی ان کو یہ چولا بختا۔ ظاہر تو ایک حد تک
 خوش و خرم معلوم ہوتے تھے مگر ان کے دل کی کیفیت کوئی یہ جانتا تھا میں اور اشارتاً
 لکھ آیا ہوں کہ کچھ بد دل سے رہتے تھے۔ ہاں لکھ میں مجھ سے ٹھیک سب کچھ کہا۔ وہی
 اپنے دیرینہ محسن کے تعاضل کی شکایت کہنے لگے کہ مجھ کو یہاں لا کر ڈال دیا۔ میں اُھیں
 مجھ سے پر آیا اور نہ اس آفت میں مبتلا ہونے کی کون ضرورت تھی۔ ڈرٹھ ڈرٹھ
 مہینہ گزر جاتا ہے۔ تب کہیں خراج آتا ہو۔ میں یہاں پر دس میں کیا انتظام کر سکتا
 ہوں۔ اگر اس ہی تھا تو مجھے بھیجا ہی کیوں تھا۔ خط پر خط لکھے۔ کچھ جواب نہیں
 میں نے تو دو ایک خطوں میں صاف صاف لکھ دیا۔ ناخوش ہوں گئے تو ہوں گے
 میں کیا کروں مجبور ہوں۔ ہاں ایک خط تمہیں بھی دوں گا لیجا کر دیدینا۔ میں نے
 کہا بھائی اول تو تمہیں ناشکری کرنا ہی نہ چاہیے۔ وہ تمھارے محسن دیرینہ ہیں
 ان کی بدولت یہ کچھ ہوا۔ پھر امیر ہیں رئیس ہیں۔ بڑے آدمیوں کے یہاں
 وظیفے تنخواہیں یوں ہی ہوتی ہیں۔ دس روز ادھر دس روز ادھر کی کوئی بات
 نہیں اُن سے عمدہ پیرایہ میں ادب کے ساتھ اپنی محدودی کا اظہار کرو ضرور خیال
 فرمائیں گے۔ تم کو تو ہو جاؤ جنھن سخت دست لکھو گے۔ تم کو کوئی ناحق ہو مگر وہ اپنی ضرورت
 سرکاری مدولت نہ مانتا تھا نہ مائے۔ بجو فہین دلائل کہ میرا خط یہ ضرور ہو گیا دینا اور
 ربانی بھی کہہ دینا۔ مگر تعلیم سے طبیعت اُٹھنے کی جو اصل وجہ تھی وہ ناظرین کو دوسرے
 باب کے مطالعہ سے معلوم ہوگی حیرت کی تنگی اور پریشانی تو ایک بہانہ تھا اور
 ان باتوں کا پردہ۔

پانچواں باب

خط عشق اور فراموشی

رہ کے بستی میں بڑے عیش سو کا اچھین
ہو جوانی کا بھلا لائی ہے دیرانے میں

حدانہ کرے کوئی کسی کی محبت میں گرفتار ہو۔ ہم تو بھائی ہی کہیں گے۔ تمام قسم کی
قیدیں ابھی مگر اسیر محبت ہونا پڑا۔ ایک بڑا اور ایک بہت بُرا۔ اتنی ایسی جاں بھیا نا درستی
کے بھاد میں نہیں۔ عاشق میان ہیں کہ مرے جاتے ہیں خیرات خون گدرا جائے گی مگر
صبح ہونے تمام دھرے ہیں معشوق صاحب ہیں کہ گسری غم کا مزہ اٹھا رہے ہیں۔
جواب ناز میں مصروف ہیں۔ اُن کی بلا سے کوئی مرے یا چلے۔ اُن کو شکر م سے دن چڑھے
نمک سوٹنے سے مطلب یہ رہنمائی میں مست ہیں خون کے دامن سے وابستہ ہیں۔ صحرا
لور دی اور دست بیہوشی سے کام۔ وہ ہیں کہ آرائش میں مشغول ہے

تھیں آستفہ مرا خون کی حرے کیا کام
تم سنوارا کر دیتھے ہوئے گیسوا میں

محل اعبار میں ہستی خوشی کی باتیں ہو رہی ہیں۔ چھڑ چھاڑ سے کام۔ آخریتجہ صرف
ہی کہ ایسا خون پیکار خشک کرو۔ اور بن بڑے تو کھٹ کھٹ کے مر جاؤ۔ کنوین میں بھانڈ
بڑد۔ دمیزلہ سے نیچے گر پڑو۔ تالاب میں ڈوب مرو۔ اگر غصہ سے خواب و خواہرام
ہو گیا ہے تو کچھ کھاس کے نود ہو۔ مگر کہیں ایسا ہو کہ یخ حاؤ اور قانون کے انڈے
میں آجاؤ تو پھر تمام عاشقی کر کر می ہو کے رہ جائے۔ اس کے لئے سہل لکھا
یہ ہے کہ جب محبت میں دن دوہرا لکل اندھے ہو جاؤ تو کسی سمت جلد و اسوائی
کا حال نہ کرو۔ اگر آدھوں سے دشت معلوم ہوتی ہو سیدھے دیرانے ہو جو
خون سے ماسبت رکھنے والی تمام چیزیں نکلو ان میں مینا مینا جب طبیعت کچھ
سنبھلے۔ سستی میں اگر دل بھلاؤ مگر ایک جگہ زیادہ قیام کی نہ ٹھہراؤ۔ اگلے طرح جب تنہا رہے

ہو۔ محنت کا مس ہی تقاضا ہے۔

عاشقی چھت گلو بستہ کج جانان لاون
دل بہت دگرے اون دجیران بودن

افسوس مولانا کا بھاء اچھوٹا ہے بالون کیے دار عشق افشا ہوتا ہے مگر اس میں
ہماری خطا کوئی نہیں حل ہے متکا در عشق یحییٰ نہیں۔ اور اس بار کے طشت از نام
ہوے کی ابتدا بھی غریب مولانا ہی کے ہاتھوں ہوئی۔ رہ بھائے نہ عہد کھلتا ہے
کیا لطف جو غیر کردہ کھولے

جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے لو لے

مگر یہ کیسے جب آدمی کی جان پر بن جاتی ہے۔ کچھ نہیں سوچتا اور پھر اس میں
بڑائی کیا۔ اس میں بدنامی کی کونسی بات۔ اس میں کلنگ کا ٹیکا کیا لگ گیا۔ محنت کوئی بڑی
چیز نہیں۔ کون ایسا ہو جس کا دل اس کے جذبات سے خالی ہے۔ اگر خدا نخواستہ
کوئی انسان ایسا نکل بھی آئے تو اسے اسان کہنا ایسے کو اسانیت سے خارج کرنا
ہے اب رہا یہ کہ آئے اسے جذبات ہیں کی مٹی لودیا میں جلی ہی جاتی ہو۔ یہ اور بات
ہے کہ مولانا میں پورا اسٹیم تھا یا اتفاق زمانہ سے حرارت ترقی کر گئی۔ کیا اس کو چہ
میں فہم رکھنے والے بدلے بدل ہی غریب تھے۔ میں نہیں ہوتوں نے جرات
کی۔ مجنون تو حاکم برابان ہی میں تب گئے۔ فرہاد نے مایوس ہو کر خودکشی کی۔ اور
معلوم کئے تھے اس کے لئے اسی گھاٹ اُترے۔ دامن۔ نل۔ رومیو۔
(Pomero) پھر مولانا میں اُن کو کون سی کمی تھی۔ کہ پھل جاتے۔ افسوس میں اپنے لبہ کا
زمانہ پایا اور نہ اول اول اب ہی کا نام عاشقانِ سوز بدہ سر کی۔ فہرست میں
درج ہوتا گو کہ اب بھی خطیوں کی فہرست اب ہی کے نام سے چلی ہے۔ مجنون اگر
خاک کھد میں سو رہے تو کون بڑی بات کی۔ مولانا کو اگر ویسا ہی کوئی میلان
ہاتھ آجاتا تو کیا مصلحت میں دریغ کرتے۔ کوہن نے اگر اپنی جان اپنے ہاتھوں
دے دی تو کونسی گڑھی فتح کر لی مولانا اگر قانونِ وقت سے مجبور نہ ہوتے تو

کہا بیٹھے رہتے۔ عرض کم مولانا برا اگر عشق کا رنگ جڑھا تو جو کچھ۔ اگر سودا سہا تو بھوئی۔
 اگر محبت کی چیت بڑھی تو بھر پور بھجھلتی ہوئی نہیں۔ اب اب ہی بتلائیے اس
 حالت میں بڑھنا لکھنا کیسا۔ وہاں درس ہی دوسرا ہونے لگا۔ کورس کی کتابوں
 سے سخت نفرت۔ ان کی صورت سے ہزار حسن عشق کے تذکرے۔ محبت کی داستانوں
 سے دل بہا سکے۔ ناول۔ ناطک۔ ڈراما مطالعہ میں رہتے۔ ایک سودا تھا کہ مٹھان
 ہر سر میں سما رہتا۔ عجیب بیکلی اور بچپنی کی حالت رہتی۔ کھا اپنا حرام۔ خواب
 خواب و خیال ہو گیا۔

جس کا دل دلمین ہو پھر اسکو کب آنی ہو مید
 کر دین لیتے ہی لیتے صاف اڑھاتی ہے نیند

رات دن روئے تڑپنے سے کام۔ صورت دکھ کر ترس مدام ہوتا۔ عجیب حالت تھی
 ناک نقشہ کا ماکہ لگا ہوا جدائی کی راتیں فرقت کے رن باہر جیسے کاسے نہیں
 کھتے۔ شغفہ استعارہ و روزبان۔ انھیں کو کا ماکہ۔ کیوں اسے نو بہرہ و کر دل کو کسی قدر
 ملاستے۔ تسکین دیتے۔ زخروہ۔ نہیں۔ مہین گلا بھی ایسا واقعہ ہوا محبت۔ کہ سو
 سو میں کیا عیار یا پختہ میں ایک پیچو ماورے اور تان سین کی روح مرنے سے
 بعد انھیں میں حلول کر گئی تھی۔ دیکھتے نیم شب کا وقت ہے۔ تمام عالم سے سر
 ہے۔ مگر مٹلائے عشق۔ اسیر محبت۔ بابتد اُلفت مولانا اس وقت بھی باہ میں
 مشغول۔ خدا کی یاد میں نہیں۔ ایک فتوہ دوران۔ آفت روز گار۔ دتس ایمان۔
 کی یاد میں۔ ایک دشمن جاں کی یاد میں۔ تصور سے کس کس مزے کی باتیں ہوتی ہیں
 ہیں۔ سیسے سیسے۔ غزل

مولانا
 ہوتی ہو لیل نالان کی صدا بھی اچھی
 تم حوس لو تو مری آہ رسا بھی اچھی

مگر رستہ کدہ کہتے ہیں اور کس پیار سے انداز سے کہتے ہیں۔ ”تم حوس لو“ ”تم حوس لو“
 ”ہاں تم حوس لو“

راوی۔ مولانا گھریے نہیں۔ آپ بلبل سے کہیں زیادہ خوشنوا ہیں۔ آپ کی آہ وہ
کیوں نہ سین گے۔ وہ بھی رسا۔ آپ یوں ہی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔

مولانا۔ ”تم جو سن لو“

راوی۔ ”سبحان اللہ“

مولانا۔ ”تم جو سن لو“

راوی۔ ”سبحان اللہ“

مولانا۔

غیر کے کہنے سے کہتے ہو وفاق کیا حاصل

ایسی خاطر سے کہ وہ تم کو جفا بھی اچھی

راوی۔ یہ آپ سے بہت بجا مرایا۔ غیر کا احسان اور آپ کے اس سوداؤہ سر پر
تو یہ کچھ۔ ہرگز نہ مانئے گا ایسی خاطر سے خواہ جفا بھی کریں۔ تو بھی کوئی ہرج نہیں
آپ کا خیال بہت ٹھٹھک ہے۔ میں صاف کرتا ہوں۔ اور ایک جفا کیا آپ کو
حلال بھی کر ڈالیں تو بھی کوئی مصالحت نہیں آپ کا اب مر جانا ہی بہتر ہے۔

مولانا۔ بھائی تم کو مذاق کی بڑی ہے۔ یہاں جان پر بھی ہے۔ کدے مجھ کو۔ دق کر دے

لطف شوخی کا نہیں جان کے شوخی کرنا

ہو سناوٹ سے جو خالی تو حیا بھی اچھی

راوی۔ آپ کے اس پاکیزہ جمال پر میا خستہ می جی جا بہت ہے کہ آپ کو پیار
کر لوں۔ سبحان اللہ تسبیح کی کس پیرائے میں مدمت فرمائی ہے۔ آپ جی کا
حق ہے۔ سناوٹ سے حیا کیا جو چیز خالی ہوئے ہی اچھی۔ اور کیوں جائیگا۔
خدا کو اسے آپ کی اس حق ہی میں اگر کچھ سناوٹ ہوتی تو یہ مزہ کمان تھا۔ کیا پیارا خیال ہے۔

مولانا۔

مردہ وصل بے کائنات اجل کا پیغام

یوں لگ رہے ہیں کہ تو قضا بھی اچھی

راوی۔ گھبرائے سین المینان رکھئے۔ افتاد اند آب کی موت یون ہی ہوگی۔ آپ کی ایسی ہی لکھی ہے۔

مولانا۔ خدا کے لئے میرا بیٹھا چھوڑ دے میری جان کے پیچھے کیون بڑے ہو میں یون ہی مر رہا ہوں۔
راوی۔ اب دیر تو کچھ نہیں معلوم ہوتی۔

مولانا۔ ہو مبارک تجھے گلشت چہ لے لیلہ
ترے عجز کو تو حنکھل کی ہوا بھی اچھی

راوی۔ واہ رمی سچی محبت۔ عشق صادق اسی کو کہتے ہیں۔ معشوق کو کس مرہ سے دعا میں دی جاتی ہیں۔ آپ کے لئے دراصل جنگل ہی کی ہوا اس آسے کی اور یہ بھی نہیں بستر تو یہ تھا کہ آپ کو کہیں اور پاگل خانہ کی ہوا اٹھلائی جاتی۔ کیا عجب تھا اس سودا کا علاج مناسب ہو جاتا۔
مولانا۔ خیر میں خطی سہی

دستی ستیج سے منجھو۔ برہمن سے ہی سیر

ذیر بھی خوب ہو کعبہ کی فضا بھی اچھی

راوی۔ اس حیل پر تو می جاہست ہے کہ آسکا منہ جو م لون۔ آب کا کیا اگیل ہندو کا اور ہر فرد بستر کا یہ خیال ہو تو بہنا۔

مولانا

حون ناحق کا مرے کون جی پرسان بہت

فدہ ہے قاتل کو کہ ہے اس سے تھا بھی اچھی

راوی۔ صد کا لو کوئی علاج نہیں۔ یون تو اپنا اپنا رنگ ہے۔ اور ایسی ایسی نظر۔

یون ہی روز در کمریب کی راتیں گذر جاتیں کہ بت عشق سے ان کو بالکل دلیواہ کر دیا تھا۔ آخر پھر وہی ہوا جو ہونا تھا۔ اس سودے سے ایسی ترقی کی کہ جو اس باحت

ہو گئے۔ اور جنوں ایسی حاصیت کے مطابق اُن کو لے آئے۔ یعنی ایک روز مولانا لکھنؤ سے
 جلدیئے۔ اور کسی کو کالوں کان خبر نہ ہوئی۔ اور خبر کی ضرورت بھی نہ تھی۔ سہ رات
 صیغہ راز میں رہنا چاہیئے۔ دو تین روز تو کسی کو معلوم نہ ہوا۔ آخر کمرہ کھول کر جو دیکھا
 گیا تو وہاں کا منظر اس بات کی نہاد دے رہا تھا کہ اسکا مکین ابھی اُٹھ کر گیا ہے۔
 چٹائی پر دو تین کتابیں کھلی ہوئی اس راز سے بڑی تجہیں کہ بڑھے والا اکو ابھی ابھی
 انہیں چھوڑ کر ضرورت سے گیا ہے۔ ٹرنک بستر کل سامان پر خود معلوم ہو کہ حضرت
 صرف یہ ایک مینی دو گوش گئے اور کچھ ایسی عجلت میں نود و گیارہ ہوئے کہ کوئی چیز
 نہ لے جاسکے بلکہ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ پچاس کسی نے باہر بلا لیا۔ اور یہ ادھر ہی
 سے جلدیئے۔ آپ کے محسن ابھی وہاں کبھی ہفتہ قبل پہنچ چکے تھے۔ انھیں بھی
 کچھ اطلاع نہ دی۔ وہ اوپر کی منزل میں تھے۔ آپ بیٹھے۔ یہ گل کھلا کر جلدیئے۔
 ناظرین بہت مین ہوں گے اور کیا عجب تجھ سے تھا ہوں کہ اتنا رانجھا کا لگا کر
 یہ نہ معلوم ہوا کہ مولانا کی مشفقہ یعنی ہماری ہمدردی کون تھی۔ مولانا کو دیران کی کوئی فکر
 نہ تھی۔ اس فتنہ دوران کا خاکہ کیا تھا۔ ناک نقشہ کیا تھا۔ ناک شک سے درست
 تھی یا نہیں۔ یعنی اُس کا سراپا کیوں نہ تحریر کیا گیا۔ مگر میں مولانا سے کمر تھی یا زیادہ۔
 وضع قطع تراش خراش اپنے عاشق ذرا سے ملتی تھی یا نہیں۔ انہیں کی طرح
 ہوتی تھی یا کسی اور طرح۔ مہنتی میں بجلی گراتی تھی یا نہیں۔ الٹے کی رفتار قیامت
 خیز تھی یا نہیں۔ مولانا کا علیہ اگر ایک باب میں ہے تو اس یکجہت التبدیل کی بندی
 کا بھی ذکر کچھ تو لازم تھا۔ ہاں اس کے جواب میں سو اسے خاموشی کے اور
 کوئی چارہ نہیں معلوم ہوتا۔ یہ کیوں یہ اس لیے کہ ہم نے اس حور و شہ پر ہی مثال
 کو دیکھا ہی نہیں۔ اور ہم کیا ایک عالم سے اس عتقا صفت مشوق کو نہیں دیکھا
 سو اسے مولانا کے۔ مگر وہ حور و دستل عجیب طبقہ کے لوگوں میں سے تھی۔
 میرے معلوم کیونکر ہوا۔ اس کی نہ پوچھیئے۔ ابھی سرِ مرغ و ساون
 نے خبیثی کی کچھ کتنا ہی نہیں۔ وہیں کے وہیں والے ان کے کلاس فیلو
 بجانب گئے اور بجانب کیوں نہ جاتے۔ تاڑنے والے سے کہیں بات
 بھی رہتی ہے۔

وہ جان لینے ہیں قیافہ دیکھ کر
مضمون بھائی لیتے ہیں لغاتہ دیکھ کر

پیر کا رباب و منگ سا یکساں سودا و جنون - گرفتار محنت کہیں چھپتا ہے - بات بات
سے سرخ ہوتا تھا ہوا ہو یہ غریب کسی کی الفت میں خنق گئے - امید کہ ناظرین
اس بارہ میں ہماری محذوری سمجھ گئے ہوں گے اور اب اگر مولانا کے عشق کا مل تھا
یقین - کریں گے تو کفر کریں گے -

چھاباٹ

سراغ

لائے اُس بُت کو التجا کر کے
کفر و طاغدا خدا کر کے

حضرت انسان کا کیا کہنا اگر جاہن نوابی تلاش و جستجو سے سب کچھ کر سکتے ہیں عقل کا
چراغ لیکر ڈھونڈ سکیں اور ہر چیز پا سکتے ہیں - سچ ہو جو بندہ یا بندہ - جو ڈھونڈھے وہ
پائے کیون نہ - پائے اور ضرور پائے - زمین پر جھیکر آسمان کی خبر لاتے ہیں اُس معبود حقیقی
کو بھی تلاش کر لیتے ہیں چشمِ زدن میں اُس تک پہنچ جاتے ہیں اور اس ذوقِ جستجو
میں خود بھی کم ہو جاتے ہیں - سبحان اللہ

کچھ ہم نے بہت ڈھونڈھا نہ پایا
اگر پایا تو کھوج اپنا نہ پایا

پائے یہ تلاش بھی کس منہ کی تلاش ہے کہ خود بھی کم ہو جاتے ہیں - لذتِ تلاش کم
از کم تر ہے تو ہو کہ لینے سر پاؤں کی ضرورت ہے - مدہوش ہو جائے - جستجو ہو جائے یا نہ
ہاں کم ہو جائے - حقیقی تلاش یہی ہے کہ ڈھونڈھنے والے کا بھی نشان نہ رہے عجب
اُس ذات ہے ہمتا کا پالینا مشکل نہیں - غمِ ممکن نہیں تو دنیاوی چیزوں کی تلاش کا ذکر ہی

اس کے توت کے لئے موجود نہ تھی۔ ہتوں کا خیال تھا کہ مولانا امین کی غیرت کی وجہ سے
 ڈوب تو میں جسے گرہ اُن کی ہمت و حمیت سے باہر بات تھی اسکے علاوہ حد کے فضل
 سے اس میں اتنا وقت کا مادہ بھی نہ تھا۔ اُس سے وہ لوئی سرکار طماننا سب سمجھتے تھے
 اگر باب عریب اُن کی تلاش میں جاتا بھی تو کمان۔ زمین سخت۔ آسمان دور
 بالکل غمور اور گوش را آواز تھا کہ کوئی کچھ نہ دے۔ اور میں بن بیویوں سا آخر دعا باب
 اجابت تک پہنچی مقبول ہوئی۔ والدین کے نام براہ راست کو خط نہ آیا۔ مگر اپنے
 ایک ملاس فیلو کے پاس لکھنؤ میں بھیجا۔ وہ بھی اگر عرض نہ ہوتی۔ ضرورت سے مجبور نہ ہوتے
 تو نہ بھیجتے۔ یہ کام معلوم درج ذیل ہے۔

مہربان بسدہ تسلیم۔
 آپ تعجب میں ہوں گے کہ میں کیا کیا کیوں جلا آیا۔ خراسان سے دست یوں ہی رہنے
 دیکھے۔ اور میری نسبت جو اُسے سب سمجھے قائم کئے مگر آپ سے ایک عرض ہے۔ سید
 ہے کہ آپ تو جعفر المسموع فرمائیں گے۔ یہ کہ میرا سب بستر ٹرنک کتا میں ہو۔ بل کے تہر
 بلع فرمادے۔ سوقت میں مجبور ہوں۔ حرج بالکل نہیں۔ ہاں امین آجکا جو صفت ہو گا
 اُس کو دس پندرہ روڑ میں روانہ کر دوں گا۔ آپ کو قسم ہے۔ اچھا بتائیے کس کی قسم دلاؤں
 خیر آپ کو بچہ عزیز ہو گا۔ سکی کہ اس خط کو کسی کو نہ دکھلائیے گا۔ اور بابو درگا پر شاد سے
 نہ تو کچھ ذکر کیے گا نہ آکھو میرا نہ بتائیے گا۔

راقم ”سعید“

ہاں قریب پندرہ روڑ کے بعد یہ خط لکھنؤ میں آیا۔ کس مقام سے اکتاف علیگڑھ سے۔
 ان کے ملاسن فیلو نے فوراً یہ خط بابو درگا پر شاد کو دکھلایا کیونکہ ان کو بخوبی معلوم تھا کہ عریب
 والدین ان کی سعادتمندی کی وجہ سے ماہی سے آپ کی طرح دو ہفتہ سے تڑپ رہے ہیں
 بابو جی نے فوراً مجھے یہ لکھ بھیجا۔ جگہ چون ہی خط ملا اسے لیا کر انکے باب کو دکھلایا
 عریب کو یک لوزہ اطمینان ہوا کہ بارے جان کی تو خیر ہے۔ بلا سے رہ رہے۔ جو
 کچھ ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔ وڑدھوپ کر خرچ کا انتظام کیا بھی سفر پر کا سیکو حاما
 ہوا تھا اس کے لئے یہ ہم نشت کی چڑھائی سے کم نہ تھی۔ جی اکر کے طبیعت مضطرب کر کے روانہ
 ہی تو ہو گئے۔ لکھنؤ میں رہنے۔ زانی حال جو کچھ ہو سکا اور دریافت کیا۔ اور

علی گڑھ کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے میں جو تکالیف اور مصائب ایک مسافر کو پیش آسکتے ہیں پیش آئے۔ صاحب کو اس شخص کو جو کبھی وطن کے ماہر نہ نکلا ہو اور بالکل ناگہرہ کا ہو جو ان لوگوں اندر گزرتے ہوئے ان لوگوں سے ملے جن سے یہ جتنے کی امید تھی مگر وہ غرنا تنہا معلوم ہو سکا کہ یہاں آئے تھے مگر کچھ انتظام نہ ہو سکا تو جلدیئے اور ایک گھنٹہ کا نام بتا لیا کہ شاید اُن سے پتہ چلے اب عربستان امیر زادہ کے مکان پر ہوئے۔ معلوم ہوا کہ ہاں سات کئی روز رہے مگر اب وہ ملازم ہو کر یہاں سے دور ایک رئیس کے یہاں گئے ہیں اور ٹھکانہ اور مفصل کیفیت اُن کو یہاں سے جالیں میل پر ایک قصبہ ہے وہاں ایک شاہ صاحب بن اُن سے معلوم ہو گا۔ اُدھی دور ریل ہو اُدھی دور پیدل جانا پڑے گا اُن کی وساطت سے غالباً وہ ملارم ہوئے ہیں۔

قدر درویش بربان درویش۔ غریب پھر پیدل کی چھاتی پر سوار ہوئے۔ وہاں سے پھر کوئی بیس میل پیدل ملے کیے تب گرتے پڑتے مر شام اس قصبہ میں ہوئے۔ رات کو بڑے۔ درویش کے نگر خانہ کی نان جون سے لذت آشنا ہوئے۔ اور بزرگوں کے فیض سے طبیعت کچھ ایسی آسودہ اور خوش ہوئی گئی کہ گناہ میں دسوا کا مزہ آگیا۔ رات کو لوں ہی کچھ عرض کرنے کی کوہت آئی سارو دھام بہت تھا۔ زیادہ بات حیرت کا موقع نہ تھا۔ گزرت دور کار کے مطابق رات بھی گزر گئی۔ صبح ہوئی۔ پھر وہی مجمع۔ لوگ جو حق رات اور قدم بوسی کو آئے۔ رات کے دن کو مجمع بالکل چھٹ گیا۔ شاہ صاحب سے بلایا پھر استفسار حال کیا۔ عرب نے اپنی کل دہستان میں غریب رو کر کہہ ڈالی کہ کیا بیتک تھا۔ اڑ کا میرے پاس آتا جاتا ہے۔ مگر اب وہ ملازم ہو کر کئی روزہ ہوئے فرار ہو گیا۔ میں خاں کھدو نکلا اور تھیں کسی کے ساتھ کر دو نکلا۔ کل وہاں ہو کر جاؤ گے۔ غریب کو تسکین ہوئی۔ پھر رات کئی۔ صبح روانہ ہوئے۔ شام کو ہوئے۔ یکساں جا اچھی مناسب۔ خیال کیا۔ رئیس کی کوٹھی کے سامنے ہی کچھ فاصلہ پر ایک مستحضر تھی یہ غریب خانہ خدا میں بڑے۔ صبح سا فجر سے فایز ہو کر تحقیق حال کو چلے۔ رئیس کی کوٹھی کا پرواہ وار طوائف کرتے رہے۔ شاگرد پیشہ سے۔ ملازمین سے۔ بستی سے۔ دھوبی سے۔ وہاں کی کیفیت دریافت کی۔ اثنائے گفتگو میں معلوم ہوا کہ چند روز ہو۔ ایک لڑکا سبز کا آغاز کیا۔ پڑھانے کو لڑکے ہو کر آئے۔

باب۔ کھائی کیا چھوڑیں۔ میں اب تم جیلو۔ جسکی تو بخاری بڑی ہوئی۔ جسکی تو اسی روز بخاری ہوئی تھی۔ یہ تم سرسٹر میں پیدا ہوئے تھے۔ جنم لیا تھا۔ بیٹا ہمارا ہی جنت کا خوب عوض دیا۔ جن مردہ کی خوش ادا کیا۔ ہاں غریب کے بار دالنے میں لوگوں کی کسر بھی نہ اٹھا رکھی۔ وہ غریب گھر کی بیٹھنے والی گھٹ گھٹ کر مر نہ گئی۔ یہی عنایت ہے صرف اس آس میں کہ اب حال معلوم ہوا۔ اب خبر آئی۔ ستا اس سیدوت ہو سیدوت۔

مولا نا۔ ہاتھ چھوڑیے۔ میں اب بھاگ کہاں جاؤں گا۔ باب۔ بخارا کون ٹھکانا کہیں اور چل دو گے پھر میں کیا کروں گا۔ اب کی تو خدا جانے کون کھل جاؤ۔ سنتا ہوں بہت آدمی نئی دنیا میں چلے جاتے ہیں۔ پھر تو میں کہیں کا نہ رہیں گا۔ اب بھائی نا۔ میں تم کو اب ہرگز نہ چھوڑوں گا۔ مولا نا خدا قسم۔ میں اب کہیں نہ جاؤں گا۔ ہاتھ چھوڑیے تو۔ لو اب صاحب سے دو چارہ روز کے لیے کہہ دیا جائے۔ آج رہیے۔ کل جیلوں کا۔ اجازت لے لیا ضروری ہے اطلاع آ۔ یہ اپنا فرض ہے۔

باب۔ تو کیا پھر بیان آؤ گے۔ میں کہان تک دوڑو نہ گا۔ حیرت میں یہ حیا الودہ بھی رہا تو بخاری ماں تو اب کی جیتی نہ بچے گی۔ تم چل کے گھر ہی میں رہو۔ رہی نہ کھی خواہد شد کھاؤ اور قناعت کرو۔

مولا نا۔ اگر اس شرط سے آپ لے چلنے والے ہیں۔ تو معاف کیجئے۔ گنگار کو بخشنے میں یہاں ملازم ہو چکا۔ زبان دے چکا۔ کوئی شرافت کا تقاضا ہے۔ کوئی انسانیت ہے کہ آج ایک اعتراف کر دے ہو۔ ہوا اور میں ان کو جواب دے کر چل دوں۔ کاش آپ ان باتوں کے سمجھنے کی سمجھ ہوتی۔

باب۔ شرافت اور انسانیت کا تقاضا تو تم خوب سمجھتے ہو۔ یہ کیا شرافت اور انسانیت نہیں کہ ہم لوگوں کو مار کر یہاں چلے آئے تھے۔ اور اگر مالہ صاحب پتہ نہ لکھتے تو ہم دونوں یوں ہی تڑپ تڑپ کر ایک روز مر جاتے۔ شرافت اور انسانیت جیسی ایم سمجھتے ہو آج تک کوئی نہ سمجھا اور میرے آگے بیٹا میری سمجھ ہی کیا۔ میں جاہل تو رہا اٹھا لکھا۔ میں جنگلی ہوش تو بھلا ماضی یہاں اتنا ضرور ہے کہ اگر یہ واقعہ تو اب صاحب

معلوم ہوا پھر اور سب سے بڑی کچھ یہ غریب کرین اور اگر اولاد کا ذرا بھی درد اُن کے دل میں ہوگا اور ہو گا کیونکہ جنہیں اللہ نے اُن کو بھی یہ نعمت سے رکھی ہے تو میری حالت زار پر دو آفسوہ مائیں گے اور ہمدردی کریں گے۔ جس کو ضرور اجازت دیدین گے۔

عمر مکہ مولانا طوعاً و کرہاً اُن کو کوٹھی پر کھڑے ہٹا کر لائے۔ میں کو اپنے باپ کے بلائے کے دربان کی طرح نازل ہونے کی اطلاع دی۔ خیر رات تو گذری۔ صبح میں میں نے اُن غریب کی کل داستان غم سنی۔ اور کہا کہ اگر آپ کچھ روز اپنے لڑکے کو رہنے دین و اچھا ہے کیونکہ ابھی یہ چلے ہی آتے ہیں۔ بعد ایک ماہ گھر ہو آئیں گے۔ باپ غریب نے کہا کہ اُن میں تو دیکھے جاتا ہوں مگر اکی ان بہت بچپن ہو گئی۔ یہ دو چار روز کے لیے چلے چلیں۔ بعد کو پھر چلیں آئیں گے۔ اس بات کا تین وعدہ کرتا ہوں کہ میں فوراً پیچیدہ ہو گا۔ دوسرے روز تیار ہی ہوئی۔ باپ غریب اپنے یوسف گم گشتہ کو ساتھ لے کر وطن کی طرف چلا۔ گویا مصر سے کنعان کو مراجعت کی۔ راستے میں بہت کچھ سمجھا آ رہا۔ خدا خدا کر کے گھر پہنچے۔ ماں غریب اپنے یوسف گم گشتہ کو پا کر جی اُٹھی۔ بھاتی سے لگایا۔ بلّا مین لین۔ اُلفت سے بھری ہوئی باتیں کہیں۔ اپنی مانتا کا ذکر کرنا محبت امیر شکوہ کیا۔ مولانا سر جھکے ہوئے اُن کیلئے اس کے علاوہ جا رہی کیا تھا۔ دھند روز ہے۔ حسبِ عہد باپ نے اجازت دی اور یہ کچھ سوچتے ہوئے پھر روانہ ہو گئے۔

فرار مگر پھر ہو گئے۔ اپنے بجزرت ہو بیخ جانے کی اطلاع دی۔ خط بھی اب کی بار آئے رہے۔ دو ایک مہینے گزرے باپ نے لکھا کہ دو ایک روز کے لیے ہو جاؤ پھر چلے جانا۔ تمھاری والدہ کی طبیعت کچھ ناساز ہے۔ تمھیں دیکھنے کو کہتی ہیں۔ کئی بار لکھا مگر جواب میں آئے نہ آئے کا کچھ ذکر ہی نہ تھا۔ آخر غریب غصا کر بیٹھ رہے۔ سوچے یہی کیا کم ہے جو بلند اقبال حیرت لکھ بھیتے ہیں۔ صبر اور شکریا۔ اُن کچھ حال آیا یا ضرورت پڑی تو مولانا کو اپنے سر شیفٹ کو اس گول سے منگا لینے کی سوچی۔ کامیاب لڑکوں کے سر شیفٹ عرصہ ہوا اچکے تھے۔ سب اپنا اپنا لے گئے تھے مولانا کی سند رکھی تھی۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو خط لکھا۔ ٹکٹ بھیجے۔ کہ نذر لیا۔ رجسٹری میں سر شیفٹ روانہ فرما دیجئے۔ باپ کو حسبِ معلوم ہوا ہیڈ ماسٹر صاحب کے پاس دوڑے گئے۔ اور لہن بھی جب ات ایسی سرگدشت

اور ان کی سعادت مہدی کی داستان سنانے جایا کرتے تھے۔ ہیڈ ماسٹر صاحب کو بھی ایک ذیلی تعلق تھا۔ حاملکر ان غریب کی حالت راز دیکھ کر سے چین ہو جاتے تھے۔

حجر چلے کسی پر تڑپتے ہیں ہم امیر

سارے جہان کا درد ہمارے حکر میں ہے

ان کے والد سے عرض کی کہ آپ راہ کرم سرٹیفکٹ اسکو دے جیچین اور لکھدین کہ تم خود اکرے جاؤ۔ شاید اسی بہانے سے چلا آئے۔ اُنھوں نے اُنکی حالت پر اس کھا کر بھی لکھ دیا۔ مولانا نے پھر مانگا۔ جب دو ایک مرتبہ لکھے سے سند نہ گئی تو اُس نے اپنے استاد کو بھی اُن الفاظ سے مخاطب کیا کہ کسی مالائق سے مالائق نہ آکر رہتے بھی ایسی سعادت مند ہی کاشتوت نہیں ہو سکتا اور مولانا نے بھی ٹھیک سوچا کہ اُسٹا دھنی ہر لہ والد بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہی ہوتا ہے۔ آخر یہ میری سعادت مند ہی کا رنگ دیکھنے سے کیوں محروم رہیں۔ مولانا کی آخر ایک تحریک پھر اکر رہی من آئی۔ جس کا مہموم یہ تھا کہ میں سن چھتا آپ کس وجہ سے میرا سرٹیفکٹ روکے ہوئے ہیں۔ گو کہ میں آپ کو مکر رہ کر لکھ چکا ہوں آپ کو کون حق کون مجاہد ہے۔ کیا آپ اس کے منتظر ہیں کہ میں عدالت سے چارہ جوئی کر کے آپ سے اُسے حاصل کروں۔ اگر آپ کی آپ نے نہ بھیجا تو آپ یقین کر لیجئے کہ میں اس طریقے کے اختیار کرنے سے بھی دریغ نہ کروں گا۔ لہذا بہتر ہو گا کہ آپ اسے روانہ کر دیں۔ ماسٹر صاحب کو اس خط کو بڑھ کر جو صدمہ ہوا اس کو ناظرین خود نبی سمجھ سکتے ہیں۔ ان کی سعادت مند ہی امور لیاقت کے قائل ہو گئے۔ ان کے باب سے کہا میں مجبور ہوں۔ اب مجھے دیتا ہوں جو کچھ سن چکا ہوں یہی عنایت ہو۔ میرا کوئی ذاتی فائدہ نہ تھا صرف بھائی کی حالت کا غلط طے کر کے مان گیا تھا۔ مگر اب مجبور ہوں۔ وہ اس سے بھی زیادہ برا بھلا لکھ بیٹھے کیا جب ہے۔ اور اُس سے سب کچھ ممکن ہے۔ ہاں سرٹیفکٹ گیا۔ اور ساتھ ہی اُس کے گھر آئے کی جو امتیاد ایک تھی وہ بھی گئی۔

کچھ دن تو لیون ہی کٹے۔ آخر باب غریب نے پھر ہت ہا رہی۔ پھر

دوڑ رہا تھا کہ اسطعام کیا۔ پھر دشت عربت کی حال سیزی کی نوبت آئی۔ یہ کوئی
مصیتوں اور ہزار دن آفتوں کا سا مناکر کے فرار نگر پھر ہو گیا۔ دیکھا تو خوشی
ہو جو دہن۔ سکوہ شکابت کیا کرتے۔ بہت غم گارو ناکب۔ دو ایک
باتیں کہیں جن کا جواب بھی تندر اقبال سے چھ اچھوٹے منہ سے
نہ دیا۔

دستاں درد دل سکروہ کچھ بوسے نہیں
بسطا

ہو گئی ان کی جوتی سائے دفر کا جواب
مک جھک کر پٹھ رہے۔ رات کہ بہت مٹ سہا جت گی کہ گھر جلد۔ اپنی والدہ کو
دیکھ آؤ۔ ان کی زندگی کا کین ٹھکانا ہے۔ اگر تم ایسے ہی چر کے لگاتے رہے تو انکی
مٹی جلد ٹھکانے لگا دو گے۔ بہن بیٹھے بیٹھے اول منزل پہنچا دو گے۔ اپنے حق سے
ادرا ہو جاؤ گے۔ فرس سہا تمہاری سے سبکدوش ہو جائو گے۔ خیر بہت کہنے
سے سے راضی ہوئے۔ دو ایک رہ رہ کر ماب عرب ان کو ساٹھ لیکر
روانہ ہوا جو سستی جوتی گھر آیا۔ مان سے حلاف اُس نے ان کو پھر دیکھا۔
آٹھ گھنٹہ روشن ہو گئیں۔ مانگی مراد ملی۔ آہ سحر سے ایسا اثر دکھایا۔

ساتوان باٹ

شادی حارہ برادی

کہنے کو کیلے کہ یہ شادی ہوئی
در حقیقت حارہ برادی ہوئی
بسطا

شادی کے لغوی معنی جوتی کے ہیں۔ مگر ساری بیان صرف یہ مراد ہیں بلکہ اس شادی سے جو
سیان ہوئی کے مشمول کے واسطے ہوئے سے ہوتی ہے۔ مان تو کسی میر کی شادی ہو یا کسی عرب
کی کسی شاہ کی ہو یا کسی گدا کی۔ اگر خیال کیا جائے تو مقصد صلی کے لحاظ سے سب کی شادی برابر

ہیں۔ اختیار ایک امیر کو اپنی بیوی پر حاصل ہوتا ہے وہی ایک غریب کو۔ جو حقوق ایک
بڑے گھرانے کی لڑکی کے خاوند پر قائم ہو جاتے ہیں وہی ایک غریب گھرانے کی
لڑکی کے بھی۔ بس اصل غرض اور تمام باتوں کا خلاصہ یہی ہے۔ یہ کوئی بات
نہیں کہ اگر شادی دھوم دھام سے نہ ہو۔ دونوں طرف سے اچھی طرح دیا گیا
نہ جائے تو کچھ نہیں۔

محل کا سار و سامان معقول ہو۔ تو وہ شادی نہیں۔ جتنک گو ہر جان۔ جاگتی مائی
ادھا بگن۔ چھوٹی جڈن اپنی پاٹ دار ادا سے سامعین کو نہ ہلا دیں۔ اور اپنے حسن
تقویٰ شکن سے بڑے بڑوں کی نیکیوں نہ ڈولا دیں تب تک کچھ نہیں۔ جب تک
جھانڈوں کے ڈیسے محفل میں اُدھم نہ مچائیں۔ بیسودہ ہے۔ جب تک
زبانی آتشازی سے علاوہ پیچ سچ آتش بازی نہ چھوڑے۔ دنا دن اور شر زلزلہ
کی آواز نہ آئے۔ پیچ ہے۔ یعنی گھر چھوٹا تھا شہ نہ دیکھیں تو کچھ نہیں۔
روشنی کی بدولت جب تک لاکھوں پرستی نہ پڑ جائے تو سب خاک ہے۔
جب تک لنگوٹی میں بھاگ نہ کھیلی جائے تو کچھ مزہ نہیں۔ یہ سب کچھ ہو یا نہ ہو۔
شادی کے لیے صرف ایجاب و قبول قاضی جی کی ذات بابرکات۔ وکیل شاہ
کا ہونا ضرور ہے اور کس۔

مولانا کے آنے کے قبل ہی سے ادھر کچھ تجوڑاؤں کی شادی کر دیے جاتے
کی تھی۔ خیال تھا کہ جب بیڑیاں پڑ جائیں گی تو تھکانے کی عادت چھوٹ جائیگی
اہل محلہ۔ اے اوقات۔ دوست احباب سب کی یہی صلاح ٹھہری۔ مولانا
سے دریافت کیا گیا کہ مسئلہ ازدواج کے خلاف تو نہیں۔ جب یہ معلوم ہو گیا
کہ وہ اس امر کو شرعاً اور عقلاً اسب سمجھتے ہیں تو ان سے یہ بات بھی پوچھی گئی کہ
تم ایک سے دو ہو جانا چاہتے ہو یا نہیں۔ تاہل کی زندگی پسند کرنے ہو یا نہیں
فرمایا کہ مجھے کوئی عذر نہیں ہے۔ خالہ میں تو جب ان کی پسندیدگی کا حامل
معلوم ہو گیا تو تیار یاں ہونے لگیں۔ اور تیار یاں کیا بہت عجلت کی گئی
بس جٹ ٹنگی اور سپٹ سیاہ والا معاملہ ہوا۔ دو ہی چار روز میں منگنی ہو گئی۔
اور تانچ بھی ٹھیک ہو گئی۔ عقد کا دن مقرر ہو گیا۔ تو یہ بھی سب کو پہنچ گئی۔

شام کو ہم بھی خزانہ خزانہ ان کے گھر پہنچے۔ اول وقت پہنچنے کا شرف ہم کو
 نہ حاصل ہوا۔ کیونکہ ایسی دلچسپی کے موقعون پر ہم سے زیادہ جھٹھ لینے والے قبل ہی سے
 ڈٹے تھے بغیر میں بھی پہنچ گیا۔ ایک اونچے چوڑے پر فرش بچھا ہوا تھا۔ ایشیا
 کے بجائے اعلیٰ کے درخت کا سایہ تھا۔ بوی طرف کا ڈنگا سے مولانا بچھ
 رخ بیٹھے تھے۔ رگ تو ضرور دس بائیس روز کی مانی کی مالش سے کچھ نکھر گیا تھا
 مگر اس وقت کی وضع عجیب مضحکہ خیز تھی۔ سینکا کا ایک غرارہ دار یا جامہ ان
 جھکائے جانے والی ٹانگوں میں جس میں کلائی کا ازار بند کرتے۔ اس پر جامہ
 نیمہ جس کے بھیٹ کی پیمائش ناممکن۔ گھر تھا کہ قسمت کا پھر۔ بندوں سے
 ان کے جسم پر اٹکا ہوا۔ سر پر گلیا یقیناً سہرا۔ یہ تمام طو مارا عیار ہی کی طرح
 آنکھوں کے سامنے۔ ہاتھ میں ایک رومال جسکو عرب ضرورت موقعہ اور موافق ہم
 منہ میں لگائے۔ لگائے کیون۔ بلا مبالغہ آدمے سے زائد قریب قریب منہ میں
 ٹھوسے ہوئے۔ پھر بھی مارے ہسی کے باکھین کھلی حاتی تھین۔ اور رونے کا
 موقع ہی کرن تھا۔ شادی تو تھی ہی۔ ہم بھی گناہ کے برابر جا کر بیٹھے۔ اور جتنی
 عیب تیاں ہو سکیں مولانا کی اس ہیئت کدالی پر کسین۔ غریب بیلو بدل بدل کر رہ گیا۔
 نالوح دلچ کا تو ذکر ہی۔ تھا اور اس شادی بھر میں ایک ہی اچھی بات ہوئی۔
 قریب دس بجے رات روانہ ہوئی۔ ایک محلہ سے دو گے محلہ میں جاؤں مشکل
 تھا۔ تپتی ہی کا معاملہ۔ بڑی تو گھر سے روانہ ہوئی تھی۔ سسرال والے جوڑا
 بھی یہیں پہنچ گئے تھے۔ ہاں تو اب رات روانہ ہوئی۔ تمام لوگ پیدل۔
 دو میان پوٹ، ایک سیلا می ٹھوڑے پر کھینچنے کی طرح بیٹھے ہوئے۔
 گھوڑے کی ٹانگین چلنے میں ضرب کی علامت بنائی تھیں۔ محلے کے چیان ریز
 لوندے فلتے اور بختا سے روشنی کے لیے ہاتھوں میں لیے ہوئے۔ یہ ہولی کا سوا
 گھوم گھام کر آدمہ ٹھنڈے میں لڑکی کے گھر پہنچ گیا۔ دروازے کا چارہ ہوا۔
 آدمیوں کے آدھام سے اس مردہ گھوڑی کو بھی حرارت پہنچی۔ کچھ ایسی
 چھر پری لی۔ کہ میان پوٹ عرب بغیر کسی قسم کی رکاوٹ کے اٹنے ٹٹنا ٹوٹ کی طرح
 زمین پر آ رہے مگر بہت سہولیت سے کیونکہ ایک تو گھوڑی نیچی تھی دوسرے اسنے

جنش بھی زیادہ نہ کی۔ ادھر اُسے نہ اس بدن جھٹکا اور نہ تنگ لڑنا۔ بس مولانا معہ چار جامہ
 اطمینان سے گر پڑے۔ پیچھے آبِ اوپر چار جامہ۔ دیکھ گئے تو ہاتھ پاؤں سب
 ناست۔ تمام اعضا سہارے گئے تو سٹار مین پورے۔ خدا انخواستہ اگر سواری
 کمین اچھی ہوتی۔ تو عرب بٹورے۔ قابل ہو جاتے۔ پھر بھی مولانا روتے ہوئے
 اٹھٹے۔ خاک جھاڑی لگی۔ اندرونی چوٹ کا ڈر اُٹکا کلیجہ دھلائے دیتا تھا۔
 گلوں کے آگے لاکر چلائے گئے۔ کچھ رخصتہ بان کا دور رہا۔ نکاح کی بہت جلدی کی
 گئی۔ عمل چاہتے چاہتے بارہ بجے کی دست آئی۔ قاضی وکیل۔ شاہ سب
 موجود ہوئے۔ آئینہ مالشہ کی آواز آئی۔ اور بالآخر ہمارے مولانا نے
 تین بار ”ہاں قبول ہو“ کاغز لگایا۔ مگر حسبِ عادت گردن کو جھٹکا دے کر ”ہاں
 قبول ہے“، ابھی ہو ہی رہا تھا کہ لوگوں سے شکر اور چھو بار دن بردست شفقت
 دراز کیا۔ رُٹی پھینکا جھپٹی۔ کچھ گھٹا رہی۔ مولانا نے اُٹھ کر بعد ادب سب کو
 سلام کیا۔ یہ کیوں۔ یہ یوں کہ ایک عدد بیوی مل گئی تھی۔ ہم تو بھائی بعد از
 نکاح واپس آئے۔ اور آرام سے اپنے گھر آ کر لیاگ کر بیسی تانی۔ نہ بان کون
 صبح تاکہ فریش رہتا۔ پھر لیر سب۔ بلا وہ حق ماحق۔ نہ پتر یا نہ رڈی۔ نہ اندر
 نہ جینداولی۔ نہ نالچ نہ گانا۔ نہ ٹکڑ نہ سارنگی۔ نہ دھن تا۔ نہ رول۔ نہ رول۔ نہ
 رخصتی کے وقت پھر معہ احباب کی ٹکڑی کے جاڑے۔ رس بکے دل کو مولانا معہ
 ایک نظر ہوئی گھر واپس آئے۔ ہم بھی چلے آئے۔ دوسرے روز معلوم ہوا کہ تان
 کو مولانا روانہ ہو گئے۔ نوکری پر چلے گئے۔ ملازمت کا سودا پھر کھینچ لے گیا۔
 دانشہا علم میان بوی میں اس غم میں بندھی کیسی۔ یعنی ہے

محبت نوع وستان در بر شو ہر می ماند

اگر ماندتے ماندتے دیگر می ماند

کا حال نہ معلوم ہوا۔ مطلب نہ کھلا۔ اور مطلب کیا کھلتا وہاں تو سب
 دیگر کی مولانا نے نوبت ہی نہ آئے وہی بلکہ اُنہستہ آہستہ یہ شعر
 پڑھتے ہوئے چلے گئے

دراں منزل مسافر بے لیا اکثر ہی ماہ

اگر ماند شے ماہ تھے دیکر نئی ماہ

اس کا سلم بہین بہین ادب نہ اور کسی ذریعہ سے معلوم ہوا۔ سنی سنائی باتوں کو
ایہا جانب یقین کا درجہ بنیں عطا فرماتے ہیں۔ یوں تو جتنے مٹھ اُتے
باتیں :-

اٹھواں باب

مولا پھر مھاگے

پھر بار آئی وہی دھت لور دی بہگی

پھر وہی پاؤں دی خادیا بان ہون گے

اسی تک بہن کہ ہر چیز ایسا لگتا تھا جس وقت دھت لور سے ہٹ کر آگیا۔
قانون تدرت کا تقاضا کیجئے۔ سردی جاڑے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ گرمی گرمی میں
بے وقت ہے فصل وہ بات گمان۔ اسان سے فطری مناسبت کا خیال کر کے خود بھی
قانون وضع کر لیتے ہیں۔ علم موسیقی کو لیتے۔ اگر آگ راگ کے اوقات کا خیال نہ کیجئے
تو کیا کوئی لطف پیدا ہو سکتا ہے۔ سسے والے کے دل پر اثر پڑ سکتا ہے۔ پھر کہ بہن
بادہ بے رات کو پھر میں اور آٹھ دس بجے دن کو اگر دس اور تیرا گھٹیاں کچھ
لطف دے سکتے ہیں تو آپ براہ کرم اپنے کو اسی وقت سے انسان کے ذمہ سے
خارج تصور مائیے۔ کیونکہ اسان کے اگر حسن ادراک اور احساس کا یہ حال ہو جائے تو
پھر اسے کیونکر اسان کہا جاسکتا ہے۔ بے وقت کی سہنائی کہیں بھی معلوم ہوتی ہے۔ کوئل
کی کوک پہنچنے کی صدا۔ مودی کی آواز کچھ بدست ہے میں اچھی معلوم ہوتی ہے۔ جب ہی تیر
تیر نہ کر کیجئے میں اُتر ماتی ہے۔ سسے والا تڑپ جاتا ہے اور پر پرندہ عریب کیسا
کر سکتے ہیں۔ فطرت اطمینان مجبور کرتی ہے۔ یوں ہی فضل محل سے جہان آورا

دنیا کی بہت سی چیزوں کو مناسبت ہے۔ موسم ہمارے جان اور بہت سی باتیں لازم
 مہروم کا رشتہ رکھتی ہیں وہاں جنون بھی ہے۔ اسکا خوش نئے سرے ہوتا ہے۔ اور یوں ایک
 لانا ہے۔ اور اسی فصل کے جنون میں لطف بھی ہے اور اصل جنون وہی ہے جو اس فصل میں
 دور بانہ سے ہیں تو دنیا میں سیکڑوں دیوانے ہیں ایک سے ایک بڑھکر مگر ایسے
 مجنون کا رتبہ ہی کچھ اور ہے۔ جب یہ بات ہے تو عریب مولانا کا سودا کی مادہ آب و
 ہوا کے اثر سے کیوں ہیجان میں نہ ہوتا۔ یہ بھی کوئی بات تھی۔ اس مرتبہ مولانا کے چلنے سے
 بہتوں کو لطف آیا کیونکہ یہ وقت اور فصل سے تھا۔ اول تو مولانا وطن سے گئے اور خوب
 گئے حیرت تو یہ تھی کہ اتنی جلدی کس بات کی تھی۔ شیر گئے۔ ہر حال گئے۔ گورنمنٹ کی
 خیر منائیں جس کے حسن انتظام سے سفر اس قدر آسان ہو گیا ہے۔ ایسی ایسی سہولتیں
 پیدا ہو گئیں نہ جو رکھنا۔ نہ اہرن کا خوف۔ نہ ڈاکوؤں کا ڈر۔ دن ہو یا رات ہو
 برا بھلا چلے جا رہے ہیں۔ اور پھر سیدل بھی نہیں۔ پیسہ پاس ہو چاہے جس بل کی چھائی
 کے سوار ہو بیٹھے۔ انجن بجا رہا دم ہلانے کا نہیں۔ جہان کا ٹکٹ وہیں ہو نیا ٹکٹ کیا
 بحال جو راستہ میں ڈال بھاگے۔ اگر حد انخواستہ آپ سو جائیں یعنی جو اب خرگوش
 میں ہو جائیں۔ اور منزل مقصود سے بھی آگے ہو رخ جائیں۔ تب بھی آپ سے کچھ ہونگا
 ہاں اس خواب راحت کی مقصود ہی سی قیمت مزدور ادا کرنا پڑے گی۔ پھر پھر ٹرین
 آدھی آئے۔ یا فی رستے۔ آپ ہر طرح محفوظ۔ پاخانہ آپ کیسے موجود۔ مینٹا شوق سے
 کیجئے۔ اور وقت کی کوئی قید نہیں۔ اسٹیشن پر ہر قسم کی چیز مہیا۔ میوہ مٹھائی۔ کھائی
 سکرٹ۔ پان۔ پوری۔ پراسٹے۔ شیر مال کباب۔ اخیرہ وغیرہ بچوں کے لیے جھڈو
 ہوئے خریدے بی بی ٹھہر سسی کے لیے سودا سلف بیٹھے ہی بیٹھے کیجئے۔ اگر ریل جلدی تو
 آپ کو دام دیے سے بھی کوئی مطلب نہیں۔ اور غریب بچنے والے کو لیٹ فارم پر سر
 بیٹھا ہوا اٹیوٹ جائے۔ ہاں تو میان لوت بھی گورنمنٹ اور کمپنوں کو نام بنام دغا
 دیتے ہوئے فرار کر پورچ گئے۔ دوسرے دور خدمت میں اپنی رسید بھلی والدین کو
 اطمینان ہوا۔ مہینہ دو مہینہ برا بھلا آتے رہے۔ اسکے بعد دیری سے کام لیتے گئے۔ بھٹو
 دن تک یہ کیفیت رہی۔ بعد اسکے یہ بھی ندارد۔ بالکل دمخود ہو کر رہ گئے۔ مگر کبھی خط
 پر چٹکے۔ چٹکی۔ چٹکی۔ پرزے پرزہ۔ یوسٹ کارڈ پر پوسٹ کارڈ ر لفاغہ پر لفاغہ

بیرنگ پر بیرنگ۔ مگر کوئی سانس نہ ڈکار۔
 ادھر سینے مولا نادان سے کچھ ایسے گھڑے۔ کہ ایک روز نازنگر کو بھی خیر باد لے
 اور وہیلکنڈ میں جانکے ے

ایک جا رہے تھے نین عاشق بدام کمین
 دن کمین رات کمین صبح کمین شام کمین

کسی کے بہان پر بھانے رو کر ہو گئے۔ دن بھر لونڈیوں کو رونا نادا۔ رات کو کسی کی یاد
 میں تارے گنتا۔ ہفتون اس بندہ خدا کی بی گت رہی۔ بس نل کبھانے نصیحت پہلائے
 کی صرف ایک ہی ترکیب تھی کہ عشقیہ اشتیاق جب تک جاسکے گا پکڑنے اور اگر کمین رات
 کے کسی وقت میں آنکھ لگ جاتی تو خواب میں بھی اُسی فتنہ اور دوران کی صورت
 نظر آتی۔ دیکھئے نا ابھی غریب کی آنکھ بھیگی تھی کہ یکایک چونک پڑے۔ پٹیلے کچھ
 آہستہ آہستہ گنگنائے آخر میاں ختمہ رو رو کر گانے لگے۔ ہائے غزل کیا دی مذہب
 کا ہو بولقت ہے۔
 مولا نادا ے

رہا ہے سینہ میں ظالم ترا تیر نظر رسون
 رہے ہم مبتلائے درد دل بدھ کر رسون

راوی۔ دراصل بہت دن رہا۔ اگر آپ کے یاس کمین تاریخ درج ہو تو ملاحظہ فرمایا
 مگر پھر بھی ابھی زمانہ ہی کیا ہوا اور پھر یہ درد کمین جانیکا ہے۔ یہ روٹا کی جان سے
 ساتھ ہے پھنسے پڑے ہیں۔ مانند خیر کرے۔

استدلے عشق ہے وہ تارے کیا

مولا مایہ عاشقی ہو خالہ جی کا گھر نہیں ہو۔ کر دیان جھیلے کر دیان جب جلے شادی تہود بھا
 دامن ہاتھ آئیگا۔ میں تو نامرادی کا سامنا رکھا ہی ہو یاس اور ناکامی سے ہم آغوش
 ہو جائے چین کی مٹی بجائے اور گن پئے۔

مولا نادا ے
 جنوں سے ساتھ چھوڑا میر بستی میں جگل میں
 رہا ہے گھر میں دیر اسے تو دیر اسے میں گھر رسون

راوی۔ بالکل ٹھیک۔ بجا۔ درست۔ یہ جنوں اب آپکا لہین ساتھ چھوڑے کاست
 ان جنوں بھی ہر کم از کم آپ جیسا ہو۔ یکا جنوں اسی کو کہتے ہیں اور دیرانہ کی کیا کہنا یہ
 نو حضور کے قدموں سے لگتے ہیں۔ جہاں آپ وہاں دیرانہ۔ واہ رے شیر میدان صاف
 کرنا اسی کو کہتے ہیں۔

مولانا

بھلے سے کہیں نل کی لگی بخت بھتی ہے
 بھلایا آتش الفت کو تو نے جہنم تر برسون

راوی۔ نہیں بھتی ہے۔ دہ سال میں بھتی ہے۔ دیکھئے ناستام سے آپ بھجار ہے ہیں
 مگر کیا کچھ نہیں سہل تک ہو کہ جاری ہے مگر دل کا توجہ جو کاتون گرم ہے۔ ہاسے
 یہ عتیق کی آگ۔ بخت بڑی طرح لگتی ہے دیکھئے ایک ہندوستانی فلا سفر کیا پرچ
 کہہ لیا ہے

عشق پر زور نہیں ہی یہ وہ آتش غالب
 کہ گلے نہ لگے اور بھلے نہ سنے

مولانا

سما یا جب سے تری الفت کا سودا مرے سر پر

وہی آوارگی رسول پھر اسودیدہ سر برسون

راوی۔ یہ کس کی زلف کا سودا۔ خیر بہ تالیئے۔ آوارگی اور سودیدہ سری صاف ثابت
 ہے کمان لکھنؤ کمان فرار کمان دو ہیکل کھنڈ۔ اور ابھی تک پاؤں کا سپر ترا
 نہیں لکھتے خیر کرے۔

مولانا

یہ دیشان دل ہو میں حیران ہوں غمناک مضطرب
 شب غم کی ہونگی یا خدا شاید سحر برسون

راوی۔ اب سحر ہونا معلوم۔ یہ شب غم ہو۔ سحر کا انتظار کرتے کرتے مجبور ہو جائیگی
 اور سحر دیکھنا تو اب آپ کے مقدّر ہی میں نہیں۔ پچھلے پیر آپ کے لیے نہیں ٹھیکہ آئیگا

اور صبح ہوتے لپٹ کر آب رکھ دیئے بادین گے۔

مولانا

ترپ کر دتوں کاٹے ہیں ہم نے دن جدائی میں

میں ہم نے لگائی آنکھ ایل ات بھر بسوں

راوی۔ دراصل ایک مرتبہ آنکھ لگا کر پھر آنکھ نہ لگائی۔

مولانا

نشان یا یاد ہم نے آج تک اس رشک لیل کا

بہت کی دشت سیما کی پھر سے ہم در بدر ہوں

راوی۔ یہ کیا جمل دے گی۔ سرائے تک نہ چھوڑا۔ بھٹانہ میں رہ پڑا کر ایسے۔ حلیہ بھولے

اگر ہستان میں بھی ہو رہی تھی تو ایک بوجہ وارنٹ میں بین لینے لکھے۔ در بدر

پھر نابے سود۔ سراسر حاکم اور وہ بھی فرما ایسی ہیں۔ حلقی

دما۔ تم کو کتا ہو سیما میں سیما ہیں

مرفی عشق کی پھر کیوں ہیں لینے خرو سوں

راوی کہنے دیجئے۔ پھر ڈپٹ کر پوچھیے گا۔ یہ بھی خوب۔ یہی کسی کی بات کا جواب نہیں

سیما ہیں اور ابکا علان کرین۔ جان بوجھ کر ہستیا لین معقول۔ خوب۔

مولانا

اٹھائے میں چوریاں ہرگز نہ بھولیں گے

راہیلو میں لے باسٹا کوئی رشک قمر ہوں

راوی مولانا اس کا ذکر نہ کر دے۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو تم بھاگتے ہی کیوں۔ تمہارا حال

تمہاری ہستان غم سرکھٹا بھٹا جاتا ہے۔ کاش تم مر جاتے اور اپنی کیفیت سنا کر دوسرے

کو نہ رولا سکتے۔ اس عارضی عیش کے لئے مان اپ کو کڑھایا۔ اور پھر کچھ نہیں اٹھ

تم کو اسکا اجر دے۔

یوں ہی کچھ دن رو رو کر گئے۔ آخر دو ایک ماہ بعد پھر حیرت کہ جوش ہوا سکون اضطراب سے

بدلا۔ اور وہ ان سے بھاگ کر ایک دوسرے صلع میں جا کھلے۔ حد اچانے کس کی وساطت سے وہ بان پہونچے اور اس آوارہ گردی میں کیونکر گزری۔ آخر اللہ تعالیٰ سے ذرائع پیدا کیے۔ کسی کی معرفت ایک انگریز کے جنگل تک پہونچے۔ عرصی ہاتھ میں تھی۔ اپنی پریشان حالی کی کل کیفیت روز و کرسیان کی۔ بہت خوشامد کی صورت میں جنگل میں پرس، کامصوم سمجھایا۔ نہر کے دفتر میں جگہ ملی۔ پنڈہ روپے کا سہارا ہوا خدا کا حکم۔

نوان باب

مجبوری اور خانگی جھگڑوں کا بکھیرا

تھے نہ ذائقہ سعی نہ انجام سے

مذہب توں پختہ رہے ہم دام سے

جب انسان مجبور ہو جاتا ہے تو تمام وہ باتیں کرنے پر تیار ہو جاتا ہے جو اسے ناگوار گذرتی ہیں۔ پرجہ مجبوری سب کچھ کر لیتی ہے۔ بچہ کڑوی دوا پیسے سے انکار کرتا ہے روتا ہے۔ بچتا ہے۔ زمین پر لوٹتا ہے۔ گھنٹہ دو گھنٹہ یہ حالت رہتی ہے آخر محسوس ہو کر منہ پھیلا دیتا ہے۔ اپنی جان عزیز ہوتی ہے۔ مگر جب انسان بہت مجبور ہوتا ہے۔ تو انہیں ہاتھوں سے جن سے کبھی محافظت کیا کرتا تھا اپنا گلا کاٹ ڈالتا ہے۔ بڑے بڑے سورا بڑے بڑے بہادر۔ بڑے بڑے سپاہی۔ بڑے بڑے نرو آزما جو میدان جنگ سے منہ پھیرتا اپنی ذلت سمجھتے ہیں۔ جو بچے قدم ہٹائے سے مر جانا بہتر تصور کرتے ہیں بعض وقت مجبور ہو کر خیمہ کے سامنے ہتھیار ڈالتے ہیں اور تمام ذلتیں گوارا کر لیتے ہیں۔ ان اپنی مائتو بھول کر جو کئی شدت سے مجبور ہو کر اپنے بچے کو بھون کر کھا جاتی ہے۔ الامان۔ الامان مجبوری اُف ری مجبوری یہ سب تیرے کوشے ہیں۔

خیر چائے مولانا کو ملازم ہوئے رفتہ رفتہ ایک سال ہو گیا مگر خطا بھیجنا کیا معنی ہمیشہ یہ پہلو بجاتے رہے کہ وطن تک میری خبر نہ پہونچے۔ غریب والدین کی خدمت اوّل ہی اوّل بہت کچھ کر چکے تھے۔ اب رشتے جان جو باقی تھی اسکے نکال لینے کی

سچی بلیغ فرمائی۔ اور ایک لیاقت جو اُج کے کی وہ ان سب پر مستزاد۔ مان مایہ کو
 ترڈیا نے کے علاوہ ایک اور جان کو نکھانے کا موقعہ ہاتھ آیا یعنی غالب علی پیرلوں کی
 بھی پابندی سے یک گورہ آدھے۔ کیون نہ ہو۔ ظالم کو اگر یہی کرنا تھا تو شادی کرے کی
 گون سی ضرورت تھی۔ مان بای کی مرضی کے موافق اور کون تمام ماتین ہوتی تھیں۔ جو اس
 انکار کرتے ترم آتی تھی۔ ارے تعلیم پانتہ ہو کر اسے یہ نہ سمجھ آئی کہ یہ کونسی عقلندی
 ہے کہ ایک غریب شریف زادی کی زندگی وہاں کر دوں۔ اس کے مایہ بھائی
 کو آفت میں مبتلا کر دوں۔ دیکھئے اس خیال میں بھی وہی بیوقوفی کا عصر غالب رہا
 حکما میں ذکر آغا کتاسین کرایا ہوں۔ آخر دو میان یوت، کا لقب کیا ہے سب عطا
 کیا گیا تھا۔ ابو ماطرس کو بھی یقین کامل ہو گیا ہو گا۔ اور مجھ سے انفاق ہو گا۔
 اور امید ہے کہ کسی موقع پر ایسے لوگوں کو ڈھونڈ ڈھونڈ ہلکا انعام تقسیم کیا جا۔
 تو دو میان پست کا ضرور خیال رکھیں گے۔ کیونکہ اذل انعام کا مستحق ان کے سوا اور
 کون ہو سکتا ہے۔ دانشور کا گرٹ ہو جانا ابھی سے واجب ہے۔ مات ہی نہیں کہ
 اُن کے مقابلے کا کوئی سکہ۔ اسکا وہم و گمان بھی نہیں ہو سکتا اس۔ یہ ان میں
 یہ اکیلے ہی ہیں۔ آگے چل کر شاید زمانے کی اُلٹی سیدھی گردش سے کوئی اُسا پیدا
 ہو جائے ابھی تو کچھ دن ایسا ہونا نظر نہیں آتا۔ ہاں اس کو کبھی بھول کر بھی خیال
 نہ آیا کہ اگر وہ غریب بھی انسان ہے اس کے بھی جذبات ہیں اس کو بھی رنج و رجت
 کا احساس ہے۔ اسکا دل کیا کتا ہو گا۔ سیری نسبت کیا کیا خیال باندھتی ہو گی
 مذہبی خیال سے تو درکنار مولانا عقل سے بھی اس کو ظلم سمجھ سکتے تھے۔ انسان
 کہہ سکتے تھے کہ خدا چاہے کیا بات مانے تھی کہ دطن کو کالے یا بی سے کم نہ سمجھتے
 تھے۔ ظاہرات تو یہی معلوم ہوتی تھی کہ محنت کا حیر کا اور والدین کی تنگدستی
 اور کم حیثیت اور کوئی پوشیدہ بات ہو اسکا علم حد کو ہو گا اور مولانا کو یا اُن چار
 آدمیوں کو جو واقف ہوں گے۔ ہم تو اس بارہ میں دم بخود ہی رہنا چاہتے ہیں
 خیر کچھ بھی ہو کر وہ گھر آنا کیا خرد دنیا بھی۔ پاتے تھے۔
 آخر جب مسلسل والوں نے بہت پریشان کیا اور شکایت پر شکایت ہونے
 لگی۔ اور وہ لوگ لڑنے کے لیے تیار ہوئے۔ فوجدار ہی پر مستعد ہوئے

عدالت تک اس معاملہ کو مہو پاسے کی دیکھی دی تو اس عرب بڑھے کے ہوش میترے ہوئے اور ارادہ کیا کہ ایک مرتہ پھر چلوں۔ پھر دشت عربت کی ماگ جھانوں شاہد کیں وہ بیہوش نظر آئیں۔ میں ہی سمجھ میں آیا کہ اولاً ان میاں صاحب کی حکمران قد مہوسی کردن۔ اگر بہتر ملتا ہے تو وہیں سے ملگا حضرت راہ ہو گئے تو وہی اور بات بھی یہی تھی کہ مولانا اگر خط کسی کو لکھتے تھے تو عرب میان صاحب کو ورنہ اور کسی کو پتہ دیا کرتے سمجھتے تھے وہ بھی مقصد سے تھے۔ ان کی عقیدہ تندی اور خدمت سے میان صاحب کی نظر عنایت الکی طرف مذل ہو گئی تھی۔ اور جب تک فراہ نگر میں رہتے برابر ان سے ملنے رہتے بان حسب وہاں سے چلے لےنا صاحب بھی لکھ کر بعد کو عرب سے تک خط کتابت کی نوبت نہ آئی۔ آخر مولانا جب بہت پریشان ہوئے اور کوری کا کوئی معقول سلسلہ نہ ہوا تو جو نہ دھیا کر میان صاحب کو تنوید سے لے کر لکھا۔ ان نے کسے لکھ کر بھیجا۔ اور بفضلِ رزوی مولانا اس کی برکت پڑ کر بھی ہو گئے جس سے ایک نہ اطمینان ہو گیا تھا۔ کہ اب بھی والدین کی صورت دیکھنا نہ چاہتے تھے۔ تیرا کے والد ماجد ایک مرتبہ پھر بلند اقبال کی جستجو میں پہلے خرب سے معاوضہ میں راہ کی تکلیفوں کا تجربہ کرتے شاہ صاحب کے آستانہ مبارک تک پہنچ گئے۔ علوت میں ملے۔ سارا ماجا عرض کیا۔ کہ جب سے شادی کر کے آئے۔ آج تک گھر نہ گئے اور عرصہ سے تو ہم کو یہ بھی نہیں معلوم کہ زندہ ہیں یا مر گئے اور اگر ہیں تو کہاں ہیں۔ اگر آپ کو کچھ معلوم ہو تو فرمائیے تاکہ کسی نہ کسی طرح میں ان تک پہنچوں اور تو سب لکھا بڑا رونا یہ ہے کہ ہوی گھر بیٹھی ہے اور وہ ہیں کہ خبر بھی نہیں لیتے۔ ان کے سسرال واسے میرا تک میں دم کئے ہیں۔ مجھے اٹھنا بیٹھنا مشکل ہے کھانا پینا حرام ہے اور سچ یوں ہے کہ وہ بھی کما حقہ انتظار کریں۔ لہذا تک صبر کریں۔ اٹھا بھی بیٹا نہ صبر کر رہا ہو چکا۔ اسے ایسا ہی تھا تو شادی ہی کیا کی تھی۔ وہ تو بڑی خوشی خوشی راضی ہوا تھا۔ جان ہوتا اگر ناراض ہی دیدیتا۔ بڑے یہ شادی بھی خوب ہوئی شادی خانہ بربادی اسی کو کہتے ہیں۔ ایک جھوٹا درد مشکوک کا سامنا ہوا۔ اب اکوہ وکین کہ اس علم کو سہیں۔ ہمارے تقدیر اور اسکے سوا کیا کہیں۔ سنا ہے کہ ہیں اور بہت سچ کہتے ہیں کہ ناخلف اولاد چھٹی انگلی کی طرح ہو کہ اگر کاٹتے ہیں تو

درد ہوتا ہے اور اگر رکھتے ہیں تو عیب۔ مگر میان صاحب وہ سب ہم کو گوارا ہے۔ کاش وہ چلا آتا۔

یہ لکڑی غریب زار زار دے اور قدموں پر گر پڑے۔

میان صاحب نے بہت تسلی بخشی دی۔ کہا ان اب ہم کو معلوم ہے کہ وہ کہاں ہے پہلے ہم تو بھی کچھ عرصہ نہ معلوم ہوا مگر سارا خیال تھا کہ غلط خط لکھا ہو گا اور اپنے گھر آنا جاتا ہو گا۔ ہم کو یہ نہ معلوم تھا کہ غلو خبر تک نہیں۔ اگر فرار نہ تم نے خط بھیجے تھے تو وہ دہلی والے دے گئے ہوں گے۔ ہم کو کیونکر معلوم ہوتا۔ وہ ان اتنا کون خیال کرنا اور یہ تو یوں ہے کہ ان غریب کو بھی کیا معلوم۔ ہاں وہ کانپور کی طرف ہنر کے حکم میں لو کر رہے۔ میں تم کو اس کا پتہ لکھائے دیتا ہوں دہلی میں سیدھے چلے جاؤ۔ اس کی نالائق کی بابت میں بھی اسے لکھتا ہوں۔

یہ غریب حال لیکر روتا رہا۔ نا تجربہ کا دی قدم قدم پر غٹو کرین کھلاتی تھی نہ معلوم کتنی خرابیوں سے ہو چکے۔ سوچے اگر جلد رقیام تک بول ہی دریافت کر کے ہو بیچون گا تو کیا عجب ہے کہ وہ چھپ رہے۔ پتہ لگا لیا تو مشیدہ طور سے مکان دیکھ آئے۔ دفتر جا کر اسے معلوم کر کے۔ ایک طرف بڑے کسے کنارے ایک درخت کے نیچے کھڑے ہو کر اپنے ہاتھوں سے اپنے داکے کی نظر خاص طور سے اپنی طرف سے آخر وقت آیا اور ”میان پُوت“ دینا دیا فیما سے پیچھے تیرا کے ساتھ سائنت نکلے ان کو کیا خبر کہ ان کے بزرگوار۔ ان کے والد ماجد۔ ان کے اما جان آج ان کو دیکھ رہے ہیں۔ اور کس حسرت سے۔ باب نے بڑھکر سامنا کیا۔ اب نہ پوچھو کہ مولانا کی کیا حالت تھی۔ دمخود۔ منحصر۔ مہیوت۔ سلام کیا کرتے حیرت لے زبان جکڑ دی۔ اور سلام بھی کرتے تو کس ٹھہرے۔ باب نے بھی خاموشی اختیار کی۔ شرماتے شرماتے مولانا ہی غریب کو بولنا پڑا آپ کب تشریف لائے۔ کہاں ٹھہرے۔

باب۔ ٹھہرے کہاں۔ ابھی چلے آئے ہیں۔ دو جاڑ ٹھہرے ہوئے ہوں گے۔

مولانا۔ تو مکان چلے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کو مجھے پریشان کرے سر کیا قالہ۔ ایک تو آنا ہی فضول۔ دوسرے اگر آئے تھے تو حقیقت کے ساتھ آتے۔ کچھ تو ظاہری پوشاک سے اپنی اس رقیام کو ہی حالت بر پر وہ ڈالتے۔ مسیری تنقیر اور تذلیل

سراسر مقصود ہے۔ آپ باب کیا ہیں جان کے دشمن ہیں حیرت انگیز ہیں۔

باب۔ خیر دنیا میں جو کچھ ہوں وہ غنیمت ہوں۔ اب بدل نہیں سکتا۔ کچھ دل مر سکے ہیں۔
 زہری میری وضع سو تم نے کونسی رو کر بھیج دی تھی کہ میں اپنی حقیقت درست کرتا۔ ڈیڑھ
 دو برس کے بعد آج دیدار نصیب ہوا ہے۔ میں کچھ تم سے مانگنے نہیں آیا۔ پس اتنا کہنے
 کہ آیا ہوں کہ تم ایک گھنٹہ کے واسطے چل کر اپنی بی بی کو لے آؤ۔ اور اگر نہ منظور ہو تو چل کر
 کلاں کو القطر کرو۔ فارغ خطی دیدو۔ طلاق دیدو۔ تاکہ مجھے گھر میں اطمینان سے بیٹھ سکوں
 ملے۔ تمہاری سسرال والے ماگ میں دم کیے ہیں۔ تم پر نا انش ہوگی۔ یہاں یہ بھی کوئی بات
 ہے کہ حسن دن سے تم سے متا دی کی آٹھک ملنے نہ دکھایا۔ اگر ایسا ہی تھا تو کی کیوں تھی۔
 مولانا۔ اس وقت مکان چلے۔ دوسرے واپس کر آپ سے فرصت میں باتیں کرونگا ان غریب کو
 مکان پر بھیج کر آپ دفتر پہنچے۔ دن بھر کام کیا۔ شام کو واپس آئے۔ کھانا کھا کر جب رات
 کو فرصت میں بیٹھے تو باب غریب نے پھر وہی بات پھر پڑی۔ مولانا نے کہا ابھی آپ
 آئے ہیں۔ دو ایک روز رہئے۔ میں کو سن کر رون لگا۔ اگر رحمت مل گئی تو
 ضرور چلوں گا۔ وہ وقت بھی گزر گیا۔ اب تو غریب بہت گھراے ہوئے اگر چلنا ہو تو
 چلو ورنہ کوئی زبردستی نہیں۔ میں واپس جاؤں۔ یہاں کیتاب پڑا ہوں گا۔ غریب
 سسرال والوں کا جو جی چاہیگا کرینگے۔ مولانا نے وعدہ کیا کہ جلد ہی رخصت کیکر آؤنگا۔
 فی الحال کئی آدمی گئے ہوئے ہیں۔ مجبور ہی ہو۔ آخر وہ غریب ناکام و مامرد واپس آئے۔
 سسرال والوں کو کچھ کہہ سکر بھالیا کہ اب رخصت مل جائے پر خود آئے لگے۔ پھر دن
 گزرے لگے۔ مہینہ ہوا دو مہینہ ہوئے۔ چار ہوئے۔ چھ ہوئے۔ پھر اضطراب ہوا
 پھر خلیان شروع ہوا۔ شب کی تو مولانا کی سسرال والے بہت رنجیدہ ہوئے
 غریب باب پھر مجبور ہو کر روانہ ہوا۔ پہنچا۔ مولانا کہیں دور سے پر تھے کئی روز
 غریب پڑے رہے۔ آدمی بھیجا اطلاع دی کہ مولانا جان بوجھ کر نہ آئے۔ جب مجبور ہو گئے
 واپس آئے۔ بیان کہہ دیا کہ دور سے پر سے کوئی ڈیرمہ دو مہینہ میں واپس آئے
 مجھے معلوم نہ تھا۔ میں کہاں مارا مارا پھرتا۔ واپسی میں پھر جاؤں گا۔ کچھ روز
 توقف کر کے پھر روانہ ہوئے۔ پہنچے۔ اپنے بلند اقبال سے ملے مگر وہ نہ آتا تھا نہ آئے
 پھر ناکام واپس آئے۔ اب کی مولانا کی سسرال والوں سے کہہ دیا کہ بھائی جو جی

ماچے سو کر دے۔ یہ تو سننے دیکھ ہی لیا کہ میری کوئی خطا نہیں جتنی بالو سچ کو شمش بھی کی یہ کیا
 معلوم تھا کہ لڑکا ایک بیگ ایسا نالائق ہو جائیگا۔ تمھارا بھی دیکھا بھالا تھا۔ کوئی غیر
 حکم کا نہ تھا۔ در نہ تم کیوں کرنے لگے تھے۔ اب جو نہ میرا تمھاری سمجھ میں آئے۔ اس پر عمل
 کرو۔ آخر ان کے حسرت کر بہت باہر تھی۔ ضعیفی کا عالم نہ جائے کتنی تکلیفوں سے بہنے
 کر دیا صاحب ایسے روپوش ہوئے خرابا کر ایسے کتر آئے۔ کہ وہ بھی مجبور ہو کر واپس آئے
 کچھ دن بھر گزرتا تھا کہ ایک نوجوان جسکی حرارت بہت ترقی کر گئی تھی۔ ان واقعات
 سے متاثر ہو کر چلا یعنی مولانا کے سامنے صاحب غریب روانہ ہوئے۔ بڑے زور و زور
 پر گئے اور واپس بھی بڑے زور و زور پر آئے کیونکہ میاں پوت ان کے بھی ہاتھ نہ کھڑے
 تھے بڑے دنوں کے بعد غریب پھر چلے گئے کہ نوجوان کی نہت نے استقلال کو ہاتھ
 سے نہ جانے دیا تھا۔ اور اب کی تو پوشیدہ۔ ہر دیون جیسا بھیس بنائے شکاری
 کے کی طرح کھوج لگائے عین اسوقت پہونچے جب میاں پوت غریب اس آفت
 ناگمانی سے بے خبر احباب باہر اقی میں بیٹھے غمخیز گھسیٹوں میں مشغول تھے۔ رات
 کا وقت تھا۔ سامنے صاحب نے نزدیک پہونچ کر سلام کیا۔ اول تو مولانا پہچان
 نہ سکے۔ ذرا سا نال کرنا تھا کہ انکے چہرے کا رنگ فق ہوا۔ اب کیا کریں۔ مجبور نہ جائے
 سلطان نہ آئے۔ متن۔ سامنے صاحب کیا ہو گئے پچھانی کی سل ہو گئے۔ کچھ احباب
 کے سامنے باتیں ہوئیں اور طوٹ میں تو مولانا کو اس تیز دم سامنے نے ایسی سی بے لفظ
 سنائی کہ غریب کو جواب تک نہ بوجھا سکا خیریت اسی میں ہے کہ چل کر سواران سے آئے
 صبح ہوئی۔ مولانا نے کئی روز کی رخصت لی۔ ساتھ چلے گھر آئے۔ وطن پہونچے تو تمام
 سستی میں شہرہ ہو گیا کہ میاں پوت آگئے۔ مگر یہ غریب کہیں نکلے نہیں۔
 گھر ہی میں پڑے رہے گو کہ ایک عالم زیارت کا مشتاق تھا دو چار روز گزر چلے
 گئے۔ اور وعدہ کیا کہ جلد ہی مکان کا انتظام کر کے سواران منگوانے لگا۔ گئے تو پھر
 گئے کئی مہینے گزر گئے۔ مگر سواران ہی منگوانے ہیں جب گھسے ہیں تب ہی کہ تین روز
 اور ٹھہر جاؤ۔ آخر ایک روز مجبور ہو کر سامنے صاحب پھر روانہ ہوئے۔ اب کی سن
 کو بھی ساتھ لے گئے اور پہونچ کر انکی ٹھوڑی پر ٹپکے یا کسا بتم جانو تمھارا کام
 سبب مردم تو مایہ خویش را تو دانی حساب کم و بیش را

آخر مولا کو کچھ کرتے دھرتے نہ بنا۔ فوراً ایک گھر میں انتظام کر کے اتارا مجبور ہو گئے
اب کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ خانگی ٹھکانے میں پرٹے۔ مگر خوشی سے نہیں ماسی محبوبی
سے جسکا ذکر میں شروع باب میں کر آیا ہوں۔ مگر تازہ نو کیا کرتا ماسی کو کہتے ہیں ایک
عورت گھر میں رہنے کو ایک لڑکا سودا سلف لاسے کو لہو لہو کھا۔ تیس لہو لہو کی خواہ
ہو چکی تھی۔ بسا اوقات عمرگی سے ہوتی تھی۔ دن ہی کئی مہینہ گزر گئے جس اتفاق سے اپنے
منفقہ کو ششون کا نتیجہ کہ مناسب وقت پر مولا ان کے گھر شادی ہوئی یعنی ایک علیہ لڑکا
تولد ہوا۔ مگر افسوس مولا نا غریب گھر پر بھی نہ تھے ضرورت سے ماہر گئے ہوئے تھے۔ کئی
روز وہ ایسی کی بھی امید تھی۔ پر دوس کی منشیان اور کئی محلے کی عورتوں نے زچہ کی تمام جگر
کی۔ مولا کو اطلاع ہوئی تیسرے روز ہو گئے۔ مگر اس شہی جان کو زیادہ ہوا اس دنیا
کی کھانا نہ تھی۔ صرف سات آٹھ روز زندہ رہا۔ اللہ کی مرضی سے کیا چارہ۔ یوں بنی
اسکا حکم تھا۔ یہ کہنا کہ مولا کو اس سانحہ جانکاہ سے افسوس نہ ہوا محبت پدری سے
انکار کرنا ہے مولا نامعلوم ہوئے اور کیسے جیسے ایک باپ کو ہونا چاہیے۔ مولا نا بخندہ
ہوئے اور کیسے جیسے ایک مرے ہوئے لڑکے کے والد کو لازم ہے۔ یہ سب کچھ ہوا۔ لڑکا
زدہ رہا یا مگر مولا نا ایک لڑکے کے باپ تو ہو گئے۔ بچے کی مان کے صدمہ کا کیا پوچھا
اسکے بچے کے ٹھکانے ہو گئے۔ کچھ دنوں بعد وہ غریب تپ لڑہ میں منتلا ہوئی۔ مہینوں
رہنما رہی۔ لڑکے دعا دوا سب کچھ ہو لکوی ماہدہ بین جب بھائی کو بہن کی عیادت
نئی خبر ہو بنی۔ غریب دوز کر بھر گیا۔ لے آیا آب و ہو اسکے تباہی سے اتفاق کی
صورت معلوم ہوئی۔ علاج کیا جھٹ ہوئی۔ بڑھی کو ششون سے مولا نا اچھے
بھر ہوئی کوئے گئے جب سے آپ بھی جب تباہ کیا۔ مگر کسی سے ملے جلنے سے
عرض نہ تھی گویا تمام شہر میں کوئی انکا شناسا ہی نہ تھا۔ گھر میں جب سے آتے
پڑے رہتے۔ جب گئے سن لیا کہ چلے گئے۔ آخر چھو کون ایسی ضرورت کہ وہ لینے
آمد کی اطلاع بھی نہ دیں۔ اور ہم ہیں کہ موجود۔ مان نہ مان میں تیرا مہمان نہ بردتی
کی ملاقات۔ خواہ مخواہ دھنسے پڑتے ہیں۔

وہ اپنی خون چھوڑ دیں گے ہم اپنی وضع کیوں چھوڑیں
سب سر بنے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سر گر ان کیوں ہو

طبیعت کچھ دلون تک رو بہ اصلاح رہی۔ جنون کا دورہ بھی نہ ہوا۔ ایک قسم کا سکون تھا مگر میں اس کو عارضی ہی سمجھتا تھا۔ گو کہ مولانا اپنے منہ سے بہت کچھ کہتے تھے وعدے کرتے فحشیں کھاتے مگر مجھے یہ خیال رہا کہ وہ اسے سنا تا کہ کہیں یہ اس بلی کی طرح ابھی رنگن لالین جس کی گردن میں ایک بانڈھی کا گلہ رہ گیا تھا۔ آپ کہیں گے یہ کیسے سینے و جب یہ ہوئی کہ ایک دودھ کے برتن میں منہ ڈالا۔ برتن کا منہ تنگ ہوئے کی وجہ سے سلسی میں رہ گیا۔ ڈالنے کو تو حوں توں اُسے ڈال دیا مگر باہر نکلنا دشوار ہو گیا۔ گھر کے اُس نے ادھر ادھر سر جو پٹھا۔ تو برتن تو ٹوٹ گیا۔ مگر گلہ گھلے میں ثابت رہ گیا۔ کار کیسے کار۔ کوٹھی میں جو ہو بھی۔ تو تمام جو ہے دم دما کر بھاگے۔ بلی نے اُن سے مخاطب ہو کر یہ اطمینان تمام حسب ذیل مکالمہ کیا۔

بلی۔ تم مجھ سے آخر بھاگتے ہو۔

چوہے۔ اور کیا ایسی جان تمھارے جیگل میں دیدیں۔

بلی۔ میں اب جو ہے میں ماری۔ شکار نہیں کرتی۔ کیقلم جھوڑ دیا۔ احق ڈرتے ہو۔ حج کر آئی ہوں۔

چوہے۔ آخر آپ کے اس حج کا ثبوت۔

بلی۔ دیکھنا یہ کیا میرے گے میں یہ تسبیح تم کو نہیں دکھانی دیتی۔

چوہے۔ مگر ہم کو تو تم سے خوف آتا ہے۔

بلی۔ اب خوف کرنا نادانی اور حماقت ہے۔

خیر دد ایک چوہوں نے جرات کی۔ بہت کر کے آہستہ آہستہ آگے بڑھے۔ وہ بونچنا تھا کہ بلی نے بڑھی پھرتی سے پیچہ بڑھایا۔ وہ تو کچھ خیر گذری کہ جو ہے خوب بھاگ پئے۔ درہ لقمہ اجل ہو گئے تھے۔ اب تو چوہوں نے غصہ ہو کر پوچھا کہ کیوں بلی بلی یہی حج کو ہو آئی ہو بلی نے کہا بھیا کیا بتاؤں حج و حج تو سب کچھ ہو آئی ہوں مگر یہ جھپٹ کھنٹ نہیں جاتی۔ بس ہم کو بھی اگر ڈر تھا تو اسی مات کا کہ کہیں مولانا میں بھی اُھی تھپٹ۔ باقی ہو۔

دسوان باب

انجام

ہوے مر مر کے ہم جو ہوا ہوے کیوں نہ مرقی دیا
نہ کبھی چنا زہ اٹھتا کہین مزار ہوتا

پہلے جس حیر کی ابتدا ہوتی ہے اُس کا انجام ہونا لازمی ہے۔ قانون قدرت کا تقاضا
ہی یہ ہے۔ گلشن میں نہ کیلئے سیکڑوں پھول موسم بہار کے آنے ہی کھلنا شروع ہوتے ہیں
اور آخر مر جھا کر خاک میں مل جاتے ہیں۔ ہری کج بیتیان شاخوں اور ٹہنیوں میں نکلتی
ہیں اور موسم خزاں کے آنے ہی درد ہو ہو کر گر جاتی ہیں کسی کام کو شروع کیجئے۔ ایک
نہ ایک روز آب اسکا انجام نیک یا بد ملاحظہ فرمائیں گے۔ تمام اتالیے عالم کا ایک نہ ایک
دن ہی انجام ہوتا ہے کہ فنا ہو جائیں۔ زمین و آسمان۔ شمس و قمر۔ ستارے کسی ثبات
نہیں۔ بانی رہنے والی طرف نہ ہی ایک ذات وحدہ لا شریک کی ہے۔ اور بس انسان
اشرف المخلوقات کو بھی دو چار دن کی ہوا اس عالم فانی کی ٹھکانا ہوتی ہے۔ اگر بیدار
ہو اسے تو انجام کار اسکو ایک دن مرنا ہے اس مختصر عرصہ میں جو محی چاہے سو کرے
رحم و کرم۔ ظلم و تقدیر۔ مہر و وفا۔ جور و جفا۔ فرمانبرداری و وفاداری بے رخی
و بیوفائی۔ مگر ان سب کا مواخذہ ہونا ضروری ہے۔

آخر ہمارا جو خیال تھا سو ٹھیک کھلا مولانا کی طبیعت میں پھر انقلاب پیدا ہوا جھٹ کی
عادت نہ گئی۔ اُسے اور پنجاب کی طرف پھرنے پر اس مرتبہ کیلئے نہیں اہل خیال کو بھی ٹیکے
بیوی اور ایک چار پانچ برس کا بچہ ساتھ تھا۔ اور یہ صرف اسوجہ سے کہ اُسکے سے بہت مانوس
ہو گئے تھے۔ نہ اُنکے یہ کون دم چھلا اگتا باپ کی خطا بھی مگر جواب نہ آیا آب سمجھے بلند اقبال
کسین پھر جدیدئے مولانا کی مان بہت پکار تھیں اس ضعیفہ کو کس پر چھوڑتے جو تلاش میں
جالتے۔ صبر و شکر کر کے بیٹھ رہے۔ مان غریب کی بھی لٹ لگی تھی کہ اس کو بلا بھیجو میں اپنے
لال کو ایک نظر مرتے دم دیکھ لوں۔ وہ میری یہ حالت یہ سنکر ضرور دوڑا اُسے گلا

محمد دروایہ عرب ملا نارہا کہ خط آیا ہے۔ آیا ہی جاستے ہیں۔ آج اسے بھل آئے۔ وہ
عربیات دن رستہ دیکھتی۔ کسی کے پاؤں کی آست سنی اور کہہ اٹھی ہمارا سجد
آگیا، صبح و شام یوں ہی گزرتے رہے۔ آخر کما تنک بھلایا جاتا۔ ایک روز اس غزوہ
سے کہہ دیا گیا۔ کہ سجد کا پتہ ہمیں کہہ کر دے۔ وہ معلوم کرنا چاہتے ہیں اس
خبر و حشت اترنے میں نصیحت کے ساتھ تیر کا کام کیا۔ خرمن امید بزرگی گزری۔ آخری
تنہا رہی پانی پھر گیا۔ کھجور کے ٹکڑے ہو گئے۔ جسم کو غزوہ کی سی جینٹش ہوئی ایک
ہیکل آئی۔ اور روح جو عرصہ سے آوازی کی خواہش میں بیقرار تھی غصہ غری سے پرواز
کر گئی۔ **وَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ** ہے

شریک در زم غیر کوئی خان بلب کوئی
کھین ساغر چھلکتا ہے کھین لبریز پیمانہ
فضا

اس ساجی سے مولا کے والد کے حواس ٹھکانے رہتے۔ پہلے درپے عیدوں سے دیوانے
سے ہو گئے۔ پھر کفن کا انتظام اہل محلہ سے کیا۔ ان کی جبر گمراہی کو سہلے۔ کچھ روز یوں ہی
کٹے۔ ایک روز ات کو کسی طرف چلے گئے۔ کچھ روز اور مردہ کو سہلے رہے۔ پھر ایک گاؤں
میں پونچے۔ گاؤں کے باہر دریا تھا اس کے کنارے جا کر بیٹھ رہے۔ کھانا پکیر کر دن کو سین
کا مین تھا کئی کشتیاں چل رہی تھیں۔ کہیں تو میلہ جا رہا تھا رات پڑھے بچا ایک سیلاب
آگیا۔ تمام لوگ پریشانی کے عالم میں اور مردہ بھاگے یہاں جا رہا پتہ گھنٹے سے بیٹھتے
بیٹھ رہے۔ لوگوں نے آواز دی۔ چھوڑو تو چھا ہو کر بسے۔ تم لوگ مجھے دھوکہ دیتے ہو۔ سیلاب
کمان۔ مجھے نہیں دیکھو رہا۔ ہاں اگر میل ہو گا بھی تو میرے آنسوؤں کا۔ تو مجھے سیلاب
میں ڈوب جانے سے کیا انکار برسوں اسی حسرت میں رویا ہوں۔ آج عمر کی کشتی ڈوب
جلے تو اچھا ہے وہ یہ کہہ ہی ہے تھے کہ لوگ رخصت ہوئے بانی کو دیدہ کر بھاگے اور
چند لمحے کے بعد وہ غرزدہ دیوانہ لہروں کے آغوش میں تھا۔

مولا کو والدین کی حسرت ساک دانا کا حال کسی۔ کس درویش سے یہو بجا رہا اُسے مگر
اب کیا جو ہونا تھا سو ہو گیا۔ اب بھول کر بھی وطن کا خیال نہ آتا۔ حواری میں بھی
اس سرور میں رہ جاتے اور جاتے کیا۔ ایک رشتہ تھا وہ بھی نہ رہا۔ مگر کبھی کبھی اب

والدین کی اس یکسوئی کی موت کا خیال تڑپانے لگا۔ مرے کے بعد ادا کی تہ معلوم ہوئی۔ خیر
بسر اوقات ہوئی رہی۔ یوی کی بیماری کا سلسلہ بھی جاری رہا۔ جہان تک ہو سکا علو
معالجہ میں کوشش کی۔ مگر مرض کم ہوتا نہ معلوم ہوا بخار سے تب کہ نہ کی شکل اختیار کی۔ لیکن
تیار دار۔ نہ کھڑ بیٹھے۔ نہ باہر جاتے بنے۔ کچھ کو سمجھا لیا۔ یا مریضہ کی خیر گیری کریں۔
آخر طبیعت زیادہ خراب ہوئی۔ ایک روز شام ہی سے حالت کی حالت میں مدد ہوئی
مولانا عریب حسن مصیبت میں گرفتار تھے۔ خدا ہی جانتا ہے۔ ایک ہڈیوں کا ڈیڑھ
بستر مرگ پر پڑا۔ عریب نے بالین پر بیٹھے بیٹھے بارہ بجادے اور نہ معلوم کتنی دیر
یوں ہی گذری تھیں۔ ملازمہ گری ٹینڈ میں پڑی تھی۔ کبھی کبھی آواز دینے پر اٹھ
دو اہلاے اور مریضہ کو سمجھا لے میں مدد دیتی اور پھر سوز ہتی۔ ٹھیک مارنے کا
وقت تھا آدمی رات ادھر آدھی رات اُدھر کہ اس دنیا سے رخصت ہونے والی ہے
سمجھا لایا وہ آنکھیں جن سے آخری نور بھی کا فور ہونے والا تھا کھول دین آئے
کے چند قطرے بہ سکے اور ٹوٹے چھوٹے الفاظ میں کہا "میں اپنے سے کو خدا کو اور
تم کو سونپتی ہوں"، مان نے اتنی اور بارائی کی کہ خون تو نکلے شہادت ادا کیا۔
اور پھر ہمیشہ کے لئے زبان میں قفل جموشی پڑ گیا۔

مولانا عریب کو سکستہ سا ہو گیا۔ نہ روئے بنا تھا نہ ہستے۔ لاش کو لیے تمام رات
بیٹھے رہے۔ پچھلے ہر لڑکا "امان" "امان" کہتا ہوا جاگ اٹھا۔ اور آخر اس پیکر
بچس کو دیکھ کر بٹنے لگا۔ باب نے گود میں لے لیا۔ بہت کچھ سمجھایا مگر بے سود۔ صبح ہوئی
جلد سے جلد انتظام کر کے کانس مرحومہ کی لاش دشت عزت کی خاک میں چھپا دی گئی
عریب کی مٹی وہین کی تھی مرے دم اپنے مان باب بھائی بہن کو بھی ایک نظر نہ دیکھ سکی
مولانا کو اب بڑی مصیبت کا سامنا ہوا۔ لوگری کرے جائیں تو بچہ کو کیونکر اور کس پر
چھوڑیں۔ کبھی ساتھ لے جاتے کبھی خادمہ کے سپرد کر جاتے۔ کچھ دن یوں ہی گذرے
کبھی کبھی ضرورتاً باہر جانا پڑا۔ کئی کئی روز واپسی نہ ہوئی۔ سال بھر کے بعد مولانا کسی کام سے
باہر گئے۔ کئی روز گئے۔ راستہ میں دریا تھا۔ واپسی میں کشتی پر سوار ہو چکے تھے۔ ناؤ بیچ
منجد حار میں پہنچ چکی تھی کہ تندہ تیز ہوا چلنے لگی۔ کشتی جھنور میں بڑھ گئی۔ پکڑ کھانے لگی۔
تمام آدمیوں میں شور وادوایا مچا۔ ملا خون نے بہت کوشش کی۔ مگر بے سود آخر کشتی

بیٹ لگی۔ تمام دن و مرد غرق ہو گئے۔ مگر مولانا کو ابھی چند لمحے دنیا کی ہوا اور کمانی تھی۔ ڈوبتے
 میں ایک تختہ پر آ رہے اور حکم صادر ہوا۔ اُس وقت کا منظر بھولنے والا نہیں جتے چلے جاتے
 تھے۔ امید و بیم۔ خوف و دعا کا عالم تھا۔ اپنے ننھے بچے و خدیجہ کی یاد مرنے کی روح فرسا
 تکلیف کو اور بھی ناقابل برداشت بنا رہی تھی وہ کیوں کر جیے گا۔ اُسکی پرورش کون کرے گا۔ عربین
 کوئی عرب بھی نہیں۔ خیر اللہ حافظ اور نگسان ہے سگر بے مجھ اسکا آخری دیدار بھی نصیب
 ہوا۔ اس خیال سے آئے ہی یکایک اپنے مان باپ کا خیال آ گیا۔ خیال کا آنا تھا کہ اُسکی
 تصویریں سامنے تھیں۔ بان بان وہ پھر قبر سے اُٹھ کر آئے تھے۔ اور صاف صاف کہہ
 رہے تھے۔ بیٹا جی حسرت نے ہکو بار ڈالا۔ آج تم کو اس کی تدفین ہوئی۔ بیوی بھی ایک طرف
 اپنی مظلومی اور بیسی کی۔ اپنے کو کدھ کو کدھ کر جلنے کی داستان کہتی ہوئی نظر آئی۔ رحم خدا یا رحم۔
 آخر پھر بچے کی بھولی صورت پیش نظر ہوئی۔ اُسکا سامنے آنا تھا کہ ننھے کو تندرہ لون سے الکی
 ایک ایسا پتھر ادا پاکہ جو بچہ دی۔ مرقع حبرت سید مومن کی آغوش میں جایز اور تختہ
 اس مار عصبان کو چھوڑ کر جلدی سے اُٹھے بڑھتا ہوا دکھائی دیا۔ اور ان کی آن میں نظرون سے
 غائب ہو گیا۔ ادھر اس عزیز معصوم بچے کی داستان سینے۔ باپ کے منے کی تیر سنی تڑپ گیا
 ہوش ہو گیا۔ رنج و غم کی لہر آگیا۔ زخم جگر آئے ہوئے۔ بیسی اور لاوارثی نے سلسلہ
 تعلیم منقطع کر دیا۔ اہل کرم کی امداد کچھ دن شریک حال رہی آخر مجبوری اور بیماری نے
 تیرم خانہ تک پہنچایا۔ دل پر ہی چوٹ لگی تھی کہ سنبھلنا ممکن ہو گیا۔ غم و رنج آذر ہی
 اندر کام تمام کرنے لگے۔ دل کی کھلی نہ کھلنا تھی نہ کھلی۔ یوں ہی گھل گھل کر ایک
 دن بے یار و مددگار اسی غربت کی خاک پر تڑپ تڑپ کر جان دی۔

کسی غریب زدہ کی موت کتنی حسرت انگین ہو
 سرمانے بیسی ہے کوئی ایسا ہے۔ بیگانہ

تسامش

آثار ساجی

حوال کے قریب ساجی نامی ایک تاریخی شہو مفہم ہے جس میں
 دلفریب میں بعض شکستہ عمارات اور متعددات میں قیمتی نقاشی اور تزیینات
 کے جو نمونے پائے جاتے ہیں۔ ان میں سے کچھ حیرت انگیز زمانہ گذشتہ میں کیے گئے ہیں جن
 موجود تھے۔ لودمہیب کے صدر کتبہ اور منار و بان موجود ہیں جس کے دیکھنے کیلئے امریکہ اور جرمنی
 کے لوگ آتے ہیں اور یہاں سے تاریخی حالات اور معلومات سے مالا مال ہو کر جاتے ہیں اور ان کی کتاب
 کر کے لاکھوں روپیہ پیدا کرتے ہیں جناب ایشد عقالوی نے وہاں کی سیر سے لطف اندوز ہو کر وہاں
 کے تاریخی حالات اور نقش و نگار کو اپنے مخصوص ستارہ انداز میں صفحات کا غذر بنایاں کیا ہے کہ کتاب
 مصنف کی طبع از نظم اور تصاویر سے آراستہ ہے۔ محاورات کی مستغنی اور الفاظ کی تراش و تراش خاص طور
 قابل قدر ہے۔ کچھ شروٹا درج کی گئی ہیں بہت گاہ بہت سی کی لفظی بیان انسان کو کبھی بخلا نہیں دیتے
 وہ لطف مستاہدہ کا ذوق خود بخود اس کا ہاتھ پکڑ کر اس مقام کی حسین ساجی کو ادا دیتا
 ہے۔ جہاں طرف کی گلکاریوں کے عیش بہا نمونے اپنی داد طلب خوش منظری
 سے اس کا انتظار کرتے ہیں قیمت رعایتی ۴۲

جلال بن یوسف

جرجی ریدان اوٹیر الملک مصر کے ایک معرکہ الارامول کا ترجمہ ہیں
 علی الملک کی پالیسی جلال بن یوسف کے مظالم حجاج اور عبداللہ
 ابن زبیر کا معرکہ کعبہ کا محاصرہ عبداللہ ابن زبیر کی شہادت خلافت کے مدعی اور ان کے حواری
 حسن نامی ایک لوحان کا عرب کی ایک شہور لڑکی پر عاشق ہونا۔ یہ واقعات دکنس انداز اور
 سلیس عبارت میں بیان کئے گئے ہیں اس کتاب کے دیکھنے سے اس زمانہ کے طریق جنگ
 اور حم و لوج پر کافی روشنی پڑتی ہے ترجمہ کی خوبی کیلئے سیہ ظہور احمد دی سبانیٹر جرم کام فی و عجم
 حلق بہت سالہ کے سلسلہ میں نکون اور انجاد یوں کے جان نور مقابلہ ہو گئے
 انقلاب قسطنطنیہ کی حساساری، سر فروشی کی دہشتان جسن عشق کا فانیہ زرم بزم کے سین
 ی روشنی کے حربی آلات۔ نیزہ اور تلوار کے حرکتے۔ بادل کا ناول اور تاریخ کی تاریخ قیمت ۸۰ رعایتی ۸
 ملے کا پیٹھ۔ صدیق بک پو امین آباد پاک لکھنؤ

عیان فقیر مکار فقیر کی چال مار بیانِ ظلم و ستم اور دعا و فریب کا پروردہ فاش کیا گیا ہے۔ ان بدعادتوں کی چالوں سے محفوظ رہنے کے لیے اس کتاب کو ایک بار پڑھ جائیے جو عجم نامی ایک لڑکی کا ایک مکار فقیر کے دامِ فریب میں گرفتار ہونا اور مصائب میں مبتلا ہونے پر بھی اپنی عصمت کی حفاظت کرنا آخر کار ان بد معاشوں کا بھنڈا پھوٹنا اور لڑکی کو نجات ملنا بہت ہی مددگار ناول ہے اس کے فروخت کر کے مقصود صرف پیسہ لانا نہیں ہے بلکہ اہل ملک کو ان بد معاش مکاروں کی عیاریوں سے باخبر کرنا ہے۔ قیمت ۸/-

محاصرہ پیرس پیرس کا محاصرہ اہلِ فرانس کا اندامِ مداعت فیہر جوہن کی پولیٹیکل یا لبرل اور انکما جواب اتحادیوں کی طرف سے غیم پر محصورین کے جان توڑ حملے میں دوستانی اور لاج کی مدد۔ اور اہلِ فرانس کی گھوڑا صی جنگ یورپ کے حیرت انگیز حالات جدید آلات جنگ کا استعمال پیرس کی تباہی ستایک کی تاریخ قصہ کا قصہ ایک حسین محبوبہ کا جذبہ وطن پرستی اور اس کے نتائج بہت ہی دل دینے والے ہیں قیمت ۸/-

حیرت انگیز شہر ایک نوجوان سادہ دل کا ایک حسینہ کے دامِ محبت میں گرفتار ہونا صد ہا مصائب کا سامنا کر کے آخر کو مہر مقصود کو پالینا جنمینی طور سے بہت عجیب واقعات آگے ہیں جو بدلتے خود ایک نوجوان کے تین مزوروں اور سرمایہ داروں کی کشمکش اور غرض کارڈیوں کی خود غرضی اور مردوری پریشہ طبقہ کے ہنگاموں سے ملک کی تباہی عجیب غریب حیرت انگیز واقعات مختلف جماعتوں کے لیڈروں کا دلچسپ مکالمہ ہاں اعلیٰ درجہ کی۔ اگر قصہ سے قطع نظر لکھا ہے تاہم ادبی حیثیت سے کتاب دیکھنے کے قابل ہے لکھائی چھپائی پینس قیمت ۸/-

شراب فیشن فیشن پرستی کے مہلک نتائج اعیان کی تقلید کا قابلِ عبرت نتیجہ جو خود تعلیم اور کاروبار تجارت کا مولود نہ ایک تعلیم یافتہ نوجوان کا ایک یورپین لیڈی سے ستادی لڑنا اور آخر میں اس یورپ کے سلوک پر دستِ حرمت ملنا قصہ کے علاوہ بہت سے اخلاقی مضامین بھی مکالمہ میں آگئے ہیں اکل حلال کی فصیلت بہترین کرینکی کوشش کی گئی ہے اس کا پڑھنا اخلاق پر اچھا اثر ڈالتا ہے قیمت صرف ۸/-

ملنے کا ایسا صدفِ بکریو۔ مین آباد پارک لکھنؤ

میلاد امجدیہ مولوی علی گڑھ راق صاحب مددی سے حد پڑا اور ترقی روتی میں یہ میلاد
 مرتب کیا ہے۔ اگرچہ اس موضوع پر بہر لباکتا ہیں لکھی جا چکی ہیں لیکن یہ کتاب
 اپنے رنگ میں مخصوص ہر اس میں صرف خوش اعتقاد ہی کی دل خوش کن باتیں نہیں ہیں بلکہ لال سے
 آیت کیا گیا ہے کہ نبی کریم کی ذات والا صفات سراہ جنت تھی۔ ایک اور صاف جمیدہ اور اعلیٰ حسیہ
 دنیا کو کیا سبق دیتے ہیں۔ اس کتاب کی پڑھنے والے سننے والے پر یہ اثر پڑتا ہے۔ ایک حیرت انگیز کارنامہ کیا
 و پچھپ نہ کر وہ دلوں میں نولول پیدا کر شیک لیے کافی ہے۔ اس کتاب کو غیر مسلم بھی پڑھ کر مستعد ہو سکتے
 ہیں۔ اس کتاب کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ خوارق عادات سے قطع نظر کر کے آپ کے حالات کا صحیح
 صحیح نقشہ کھینچا جائے جس سے عوام پورے پورے فائدہ اٹھا سکیں اور محفل میلاد کے انعقاد کا اصل
 مقصد حاصل ہو اور لوگ آپ کے نقش قدم پر چل کر سعادت دارین حاصل کریں قیمت رعایتی ۶/-
احرار اسلام جس میں نظام حکومت اسلامیہ اور جمہوریہ اسلامیہ کو روشنی میں لایا گیا ہے
الحزب فی الاسلام جمہوریہ اسلامیہ کا جمہوریہ فرائض سے مفادہ کر کے ثابت کیا گیا
 ہے کہ احوت اور مساوات کا جو نمونہ اسلام نے پیش کیا تھا یورپ اور خود اس تہذیب اور
 شائستگی کے اس کی مثال پیش کرے سے قاصر ہے خلفاء اور اسکے حتی انتخاب پر بھی بحث ہے
 اور توحیدی اور انتخاب کے مسئلہ میں خلفاء کا طرز عمل دکھایا گیا ہے فیما القلاب فرائض کا بھی ذکر
 آگیا ہے۔ جو بذات خود ایک دلچسپ تاریخی مضمون ہے جس سے اہالیان یورپ کے متکبران
 اور ان کے اذعام مساوات کی قلعی چل جاتی ہے۔ قیمت ۵/-
مہدی سوڈانی عابد فی سبیل اللہ مہدی سوڈانی کے بابرک حالات زندگی جسکی دولت
 حصہ ہیکل مگر سوڈان پر قابض ہو سکے نہ حاجت و بسالت کے وہ حیرت انگیز کارنامہ اس سے
 ظہور میں آئے کہ مشرق میں کاؤما حیدر آلیا جس عا بناری اور سرور و تہی کا تہوت اس مقدس
 ہستی نے دیا اسکی طرلم ملتی ہے۔ اسکے مطالعہ سے مسلمانوں میں جذبہ قومی کلی کی طرح سرایت
 کر جاتا ہے قابل دید ہے قیمت ۴/-
 ملے کا نیت خلاصہ لیت بکڈ پور۔ اس میں آباد پارک لکھنؤ

خبر تسلیم

اُس مؤثر اور دلکش مصائب کا مجموعہ جن میں ائمہ ہدایت سیدنا امام حسین علیہ السلام کے اسرار و حقائق بہرہ رستان کے برگزیدہ اور منتخب نسا پر دازوں کے قلم سے نہایت ہی دلپسند انداز میں بیان کئے گئے ہیں اور خاندان نبوت کے اخلاقی اور مذہبی خط و حال کے برملا کے مستند تاریخی واقعات بہت ہی خوبی کے ساتھ ظاہر کئے گئے ہیں امام مضامین عالمانہ اور فلسفیانہ ہیں۔ نشر کے ساتھ نظم کے جو ہر یرون سے بھی اس مجموعہ کو دینیت دی گئی ہے اور مراسم محرم کو بھی بیان کیا گیا ہے۔ ذکر تہذات کی محفلوں میں پڑھنے کے لیے بہترین چیز ہے لکھا کی اچھائی کی سند یہ۔ ^{۱۸} دلمیریہ و نقاب یوش قیمت ۸/

مستر محمد علی کا مقدمہ

مستر محمد علی کا مقدمہ جس میں مولانا محمد علی ڈیڑھ چار دو کامریڈ دہلی کے اس مشہور و معروف مقدمہ کی عقل کی کیفیت و مفصلہ ججان عدالت عالیہ کلکتہ درج کی گئی ہے جو رسالہ موسومہ دو مقدمہ سیر میں آد اور جاری مدد کرونگے خلاف ہائیکورٹ میں دائر ہوا تھا جس سے اپنی اہم نوعیت کی وجہ سے اخباری دنیا میں حسنی پیدا کر دی تھی اور جس کے درلیم سے قانون مطالع ہند مجریہ ۱۹۱۱ء کے متعلق بہت سی غلط فہمیاں کا ازالہ اور عہد غریب باطنی سرور کا اظہار ہوا ہے۔ اخبارات و مطالع سے تعلق رکھنے والوں۔ مصنفین مؤرخین و مؤرخین کا اڈیٹران۔ شائع کنندگان و کلا، بیروٹران کو اس کا ایک نسخہ اپنے پاس رکھنا ضروری ہے قیمت ۱۲/

طواف زمین

امریکہ کے صلی باشندے جیتی ہوئی ٹرین کو اب بھی روک دیتے ہیں ”طواف زمین“ کے ناظرین کس قدر لطف اندوز ہونگے جب انہیں گاڑی سے انجن کے ٹوٹ کر بھلنے کا واقعہ معلوم ہوگا۔ صد اعجب و غریب واقعات سے محلو ہے لندن بینک کی چوری۔ شراغ رسالوں کی بیقراریاں۔ ایک حبشلیں کا زمین کے گرد سفر۔ شہر کے ہندوستان کی حالت۔ بھیجی کے مندر کا داخلہ۔ بد ملکینڈ کے راجہ کی سستی ہوئی۔ کلکتہ کی عدالت۔ ہانگ کانگ کے شرارت خانے اور جایانی تحقیر کے طلوع دیکھنا ہوتا تو اس کتاب کو ملاحظہ فرمائیے مترجم کا نام ارشد تھانوی رہا کئی جوئی کیلئے کافی ضمانت ہے قیمت ۸/

ملے کا یہ صدیق بک ڈپو امین آباد پارک لکھنؤ

اختر نسا

ایک حد یہ الطبع دیکھ لیا اصلاحی فسانہ ہے جس میں ایک جاہل پیر مرچ ساس کے مظالم اور ایک نیکدل تعلیم یافتہ بیوی کی رد باری اور تحمل کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور کمال نیک نہاد ہونے اپنے اخلاق کے زور سے ساس کے دل کو شیر کر لیا۔ عورتوں کیلئے اس کا مطالعہ بجز مفید ہر اس کو بڑھکرت سی خانگی گتھیاں سلجھ جائیگی۔ ساس اور بیوی دونوں کیلئے اس میں مطلب کی باتیں ہیں ایسے رنگ میں نادر اور نایاب کتاب ہے۔ کتاب کی زبان لکھنؤ اور دہلی کی انسانی رمان ہے۔ زمانہ محاورات نے کتاب کو اور بھی چمکادیا ہے۔ قیمت صرف ۴۰

جزیات اور

حکاب مولانا حافظ محمد یعقوب صاحب اساتذہ کا نام نامی ادبی دنیا میں تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ نے علم سے اساتذہ مختلف اخبارات اور رسائل کو اپنے مضامین سے زینت دی غزل کے میدان سے کلکتہ پرنچل نظمیں پر طبع آزمائی شروع کی۔ محمد اللہ اسے کمال تک پہنچایا ان کا نام زمانہ موجودہ کی اردو شاعری کا بہترین نمونہ ہے۔ لفظاتی بدلتی محاورات کا استعمال جدید تہذیلات اور متعارفات کا کھیلنا اور الفاظ کو نئی تراش خراش دینے کا ساتھ نبھانا آپ ہی کا خاص ہے۔ حیوانات مسجد سوئی آئینہ ہستی شریں طن جلوہ صبح بہار صبح گور غریبان اسیر انھیں شبنم ہے۔ بلبل سے جلوہ صبح تصور جانان پرتے رہے ہیں کہ کس رنگ کا کلام ہو گا۔ قابل دیدم جو ہے اگر جلد رسوا یا تو شاید بھیر تل سکے اور حسرت دہ بجے لکھائی بھیجیائی اور کا عد نفیس ۸

نظام حیات انسانی اخلاق اور اصول اخلاق پر مبنی کتاب ہے بہت ہی دلنشین پیرایہ میں انسانی زندگی کے ہر پہلو پر روشنی ڈالی گئی اور کامیاب ملکی کیطرت ہنمانی کیلگی اخلاق و عادات کے سوار نے میں اکیسویں صدی کے ہر فلسفیانہ اور عالمانہ لیکن بھیجی زبان ایسی آسان ہے کہ بچے بھی باسانی پڑھ لیں مثلاً دل جیٹ کر یمن ایسا رہنا ساتھ ہو تو منزل کی مشکلات بہت کم ہو جائیں گی طبعی بچوں کو ضرور پڑھائیے اسکی خوبی کا اندازہ صرف اس سے ہو سکتا ہے کہ جناب اگر صاحب تعلیمات متحدہ نے اسے لکھ لائیں اور انعام کیلئے منظور فرمایا ہے۔ زمانہ سے بازار بھی بھائی بھیجیائی انھیں قیمت صرف ۸

ملکہ کا ایتھلا صدیق بابٹ پورا میں آباد پارک لکھنؤ

بیگات بنگال

مستد آباد بنگال کی بیگات کا مستند تذکرہ حسین خٹنا اسلام کے عروج و زوال کی داستان بھی ہے اور اسلامی تہذیب اور تمدن کے وہندہ سے نشانات بھی ہر سوانح عمری عبرت اور نصیحت کی ایک کہانی ہے مسلمان لڑکیوں اور عورتوں کے لئے مسلمان بیگات کی سو انگریز تہذیب اور اخلاق کا بہترین سبق ہیں قیمت ۱۲

عرض محبت یہ ایچی کیٹ آف کورٹ شپ کا ترجمہ ہے جو بین یورپ کے سب سے زیادہ مہتمم کی شادی کا دستور اہل میان کیا ہے اور وہ ہندو اور توہر ہندی کا حوطی آج یوپی میں برتا جاتا ہے اسے دلچسپ اور دلکش لٹریچر میں بیان کیا ہے اگر ہندوستانی نوجوان شادی سے قبل اس دستور پر ایک نظر ڈال لیں اور ہندوستانی تہذیب کے دائرہ میں ہر اسیر عمل پر اپہوں تو فائدہ میں ہیں گے اور اصد شادی جو سے زیادہ موقع نہیں اس قسم کی شادی اگر خاندان برادری ثابت ہوتی ہے اگر زن دستور خود ایک دوست کو انتخاب کریں تو ناپیدت کسی غلطی مشکلات سے بچات ہو جائے اور سیت ترجمہ میں خاص لحاظ رکھا ہے ترجمہ بھی مہین ابی عاتی بہت ہی دلچسپ کتاب ہے قیمت ۱۲

روح لیلیٰ یہ کتاب تہذیب و سادہ دوس مسیری اور بی کی کتاب کا ترجمہ ہے اس میں روحانی مسئلہ کو حل کرنے کی کوشش کی ہے ایک شخص مسمر برہم کی قوت سے ایک مذہب لڑکی کی روح کو جیوس کر لیتا ہے اور اس کے ہم کے ساتھ وابستہ رکھتا ہے اور اس کے ذریعہ سے بہت سے

علی اذون کے کائنات کا کام لیتا ہے وقتاً فوقتاً اسے زندہ کرتا ہے یہ ایک مہلت ہے عجیب و غریب قصہ ہے۔ یہ صرف قصہ ہی نہیں ہے اس کے ذریعہ بہت سی روحانی گتھیاں سلجھائی ہیں تقریباً کے علاوہ ناظرین کی معلومات میں بھی اضافہ ہو گا۔ زبان بہت ہی سلیس اور سستہ ہے جو جس قسم کی اردو میں ترجمہ کیا ہے وہی ترجمہ شاذ و نادر ہی ہیں۔ شائقین ادب فقرہ سے قطع نظر اس کے اگر صرف ادبی ذوق میں اسے پڑھیں تو بھی بھٹان میں نہ رہیں گے۔ ہم تقریباً سات سو

لکھنا بیچائی اور کاندھلےس قیمت ۱۲
ملنے کا یہ صدیق بک پو امین آباد پارک لکھنؤ

انسانی قربانیان

چند صلاحی معارفی مصائب کا قابل قدر نگاہ سے ہے ترکی خیالات ہیں اور فرانسیسی طرز بیان۔ ایک شامی فاضل کی سہولتیں کتاب کا قابل قدر ہے اس مجموعہ کا ہر حصہ ہونگہار کا خیر ہے، الفاظ تیر و فتر کا اثر رکھتے ہیں خیالات کی بلند پروازی اس بناء پر مستر اور علی خود ہے قیمت صرف ۸۰۰۰۰

انگریزی محاورات کی بکشری

انگریزی محاورات کی اردو میں ڈکشنری جس کی تین جلدیں ہیں۔ محوں کی کتب میں بہت آسانی سے آجاتی ہے۔ قیمت ایک روپیہ (دھرا)

عیان فقیر

مکا رفیقہ دن کی چال بازیان غلام و تم اور عادیہ کنگ یہ وہ فاضل کیا گیا ہے اس بد معاشوں کی چالوں خصوصاً دہنے کے لئے اس کتاب کو ایک بار پڑھ جائیے ایک لڑکی کا ایک مکار فقیر کے دام میں پھنسا اور اپنی عصمت کا بچاؤ نہ کر سکا ہے۔ قیمت صرف ۸۰

محصرہ پیرس

پیرس کا محاصرہ اہل فرانس کا مدار معارف تیسرے حصے کی پیکل چالیں۔ اتحادیوں کا جبرائیم کے لئے حسین محمود کا حد وطن پرستی اور اس کے نتائج بہت ہی دل آویز میرا ہیں قیمت ۸۰

مہدی سوڈانی مجاہدنی سیل مد مدی سوڈانی کے بابرکت حالات زن گئی حرا کا

مہدی سوڈانی مدولت عرصہ کہ، انگریہ سوڈاں پر قاسم مذہب شہادت اور اسات کے وہ حیرت انگیز کارنامے اس سے ملو دیں آئے کہ مستعد میرا، امانہ، ان کے تہذیبیہ قیمت ایک روپیہ (دھرا)

حصہ ایک سوڈانی